دسواں باب

Chapter. X

دیہاڑی

The Working Day

فصلِ اول:۔دیہاڑی کی حد بندیاں

Section. 1 The Limits of Working Day.

ترجمہ:امتیاز حسین،ابن حسن

ہماری بحث کا آغاز اس مفروضے سے ہوا تھا کہ قوتِ محن کی خرید و فروخت اس کی قدر پر ہوتی ہے۔دوسری تمام اشیاء کی قدر کی طرح،اس کی قدر بھی اس کی پیداوار کے لیے درکار لازمی عرصۂ محن ہی کے ذریعے متعین ہوتی ہے۔اگر ذرائع بقا کی اوسط پیداوار میں مزدور کے روزانہ چھ گھنٹے خرچ آتے ہوں تو اس کو اپنی روزانہ کی قوتِ محن پیدا کرنے کے لیے یا پھر اس سے مساوی قدر کی تخلیقِ نو کے لیے جو اسے اس کی فروخت کے بدلے میں حاصل ہوئی،اس کو چھ گھنٹے کام کرنا ضروری ہوگا۔اس کے محن کا لازمی حصہ 6 گھنٹے تک چلا جاتا ہے چنانچہ اگر دوسرے حالات بدستور رہیں تو یہ ایک طے شدہ مقدار ہے۔لیکن اس کے ساتھ دیہاڑی کی حد متعین نہیں کی گئی۔

فرض کرتے ہیں کہ خط A B لازمی عرصۂ محن ،فرضاً 6 گھنٹے، کی نشان دہی کرتا ہے۔اگر محن کو A B سے 1،3،یا 6 گھنٹے تک بڑھا دیا جائے تو ہمارے پاس تین دیگر خط آ جائیں گے:

دیہاڑی 1	دیہاڑی 2	دیہاڑی 3
A___B_C.	A___B__C.	A___B___C.

یہ خط 7،9،12 گھنٹے کی مختلف دیہاڑیوں کو بیان کرتے ہیں۔خط A B پر بڑھایا گیا خط B C محنِ زائد کی طوالت کو بیان کرتا ہے۔جب کہ دیہاڑی A B+B C یا پھر A C ہے تو یہ B C کی تغیر پذیر مقدار کی رو سے بدلتی رہتی ہے۔چونکہ A B مستقل ہے اس لیے B C کی A B کے ساتھ نسبت کسی وقت بھی اخذ کی جا سکتی ہے۔

دیہاڑی 1 میں یہ [نسبت] خط A B کا $\frac{1}{6}$ ہے، دیہاڑی 2 میں $\frac{3}{6}$ ،اور دیہاڑی 3 میں $\frac{6}{6}$ ہے۔چونکہ نسبت:

$\frac{\text{surplus working time}}{\text{necessary working time}}$ زائد عرصۂ محن تقسیم لازمی عرصۂ محن ہی قدرِ زائد کی شرح کو متعین کرتی ہے اس لیے آخر الذکر کو B C کی A B سے نسبت سے جانا جاتا ہے۔ یہ تین مختلف دیہاڑیوں میں بالترتیب $16\frac{2}{3}$، 50 اور 100 فی صد تک بن جاتی ہے۔ دوسری طرف صرف قدرِ زائد کی شرح سے ہم دیہاڑی کی طوالت نہیں جان سکتے۔ مثال کے طور پر اگر یہ شرح، 100 فی صد، ہو تو دیہاڑی کی طوالت 8، 10، 12، یا اس سے بھی زیادہ گھنٹے تک ہو سکتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو گا کہ دیہاڑی کے دو تشکیلی حصے یعنی لازم اور زائد عرصۂ محن، وسعت میں برابر ہیں۔ لیکن یہ پتا نہیں چلتا کہ ان دونوں تشکیلی حصوں میں سے ہر ایک کی طوالت کتنی ہے۔

چنانچہ دیہاڑی ایک متغیر مقدار ہے نہ کہ متعین۔ البتہ اس کے حصوں میں سے ایک کا تعین وقتِ کار سے ہوتا ہے جو خود مزدور کی قوتِ محن کی تخلیقِ نو کے لئے درکار ہے۔ لیکن اس کی کُل مقدار محنِ زائد کے دورانیے کی رو سے بدلتی ہے۔ اس لحاظ سے دیہاڑی کی تعیین ممکن تو ہے مگر خواصی یا داخلی اعتبار سے نہیں۔ 1

ہر چند دیہاڑی جامد نہیں بلکہ رواں اور متحرک مقدار ہے، دوسری طرف اس کا بہاؤ مخصوص حدود میں رہتے ہوئے صرف بدل سکتا ہے۔ البتہ اس کی کم از کم حد کا تعین ممکن نہیں، یہ ایک الگ بات ہے کہ اضافی خط یا extension line یعنی B C یا محن زائد کو صفر کے برابر کر دیں تو ہمارے پاس یہ کم از کم حد آ جاتی ہے جو دیہاڑی کا وہ حصہ ہے جس میں مزدور کو خود اپنی بقا کے لیے لازمی طور پر کام کرنا ہوتا ہے۔ پیداوار کے سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد پر یہ محنِ لازم دیہاڑی کا محض ایک حصہ ہی تشکیل دے سکتا ہے؛ اور دیہاڑی کو اس کم از کم [حصے] تک گھٹایا نہیں جا سکتا۔ دوسری طرف دیہاڑی کی ایک زیادہ سے زیادہ حد بھی ہے جس کو ایک مخصوص حد سے بڑھایا نہیں جا سکتا۔ یہ زیادہ سے زیادہ حد دو چیزوں سے مشروط ہے۔ 24 گھنٹے کے ایک دن میں ایک انسان اپنی قوتِ حیات کو محض ایک خاص حد تک استعمال کر سکتا ہے۔ جیسے ایک گھوڑا صرف آٹھ گھنٹے روزانہ کام کر سکتا ہے۔ اور ایک دن کے کسی حصے میں اس قوت کو آرام اور نیند کی ضرورت ہوتی ہے، اور کسی دوسرے حصے میں انسان کو دیگر جسمانی ضروریات پوری کرنا ہوتی ہیں، جیسے کھانا پینا، صفائی ستھرائی، اور کپڑے پہننا وغیرہ۔ ان خالصتاً جسمانی پابندیوں کے علاوہ کچھ اخلاقی حد بندیاں بھی دیہاڑی کی طوالت کے آڑے آتی ہیں۔ مزدور کو اپنی ذہنی اور سماجی حاجات کی تسکین کے لیے بھی وقت درکار ہو گا جن کی تعداد اور وسعت کا دارومدار معاشرے کی ترقی کی عمومی حالت پر ہے۔ چنانچہ دیہاڑی کی طوالت کے گھٹنے بڑھنے پر یہ طبعی اور سماجی حد بندیاں اثر انداز ہوتی ہیں۔ لیکن حد بندیوں کے ان دونوں عوامل میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑی لچک پائی جاتی ہے، جس وجہ سے اس میں خاصی وسعت کی گنجائش نکل آتی ہے۔ چنانچہ ہمیں 8، 10، 12، 14، 16، 18 گھنٹوں کی دیہاڑیاں ملتی ہیں جن کی طوالتیں بھی

مختلف ہیں۔

سرمایہ دار نے قوتِ محن کو معمول کی قیمت پر خریدا۔ چنانچہ ایک دن کے لیے اس کی قدرِ صرف پر سرمایہ دار ہی کا حق ہے۔ چنانچہ اُس نے مزدور سے ایک دیہاڑی کے لیے کام کرانے کا حق حاصل کر لیا ہے۔ لیکن یہ دیہاڑی ہوتی کیا ہے؟2

دیہاڑی ہر حال میں ایک فطری دن سے چھوٹی ہوتی ہے۔ لیکن کتنی؟ سرمایہ دار اس انتہائی حد کی بابت، یعنی دیہاڑی کی لازمی حد کے بارے، اپنے ہی نظریات رکھتا ہے۔ بطور سرمایہ دار وہ صرف مجسم شدہ سرمایہ ہی ہے۔ اس کی روح سرمائے کی روح ہے۔ لیکن سرمائے کی زندگی کا واحد محرک ہے قدر اور قدرِ زائد پیدا کرنا تاکہ اس کے مستقل عنصر یعنی ذرائع پیداوار کو اس قابل بنایا جا سکے کہ یہ محنِ زائد کی زیادہ سے زیادہ ممکن مقدار کو جذب کر سکے۔3

سرمایہ مردہ محن ہے یعنی بدروح کی مانند محن کی شکتی کو چوس کر زندہ ہے، اور اس شکتی کو جس قدر چوسے اسی قدر اس کی زندگی بڑھتی ہے۔ جس وقت کے دوران مزدور کام کرتا ہے وہی وقت ہے جس کے دوران مزدور اس قوتِ محن کو خرچ کرتا ہے جو سرمایہ دار نے اُس سے خرید کی ہوتی ہے۔4

اگر مزدور اپنا قابلِ استعمال وقت اپنے لیے خرچ کرلے تو سرمایہ دار کو لوٹ لیتا ہے۔5

پھر سرمایہ دار اشیاء کے مبادلے کے اصول کو اپنے موقف کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ دوسرے تمام خریداروں کی طرح وہ بھی اپنی شے کی قدرِ صرف سے زیادہ سے زیادہ ممکن فائدہ حاصل کرنے میں کامیاب رہتا ہے۔ اچانک مزدور کی آواز جو پیداوار کے عمل کے شور وغل میں دبی ہوئی تھی بلند ہوتی ہے:

جو شے میں نے تمہیں بیچی ہے دوسری بے شمار اشیاء سے منفرد ہے، وہ اس طرح کہ اس کا استعمال قدر پیدا کرتا ہے اور یہ ایسی قدر ہے جو اس کی اپنی قدر سے بڑی ہے۔ اسی وجہ سے تم نے اس کو خریدا۔ وہ چیز جو آپ کی طرف سرمائے کی خود سے بڑھت کے بطور ظاہر ہوتی ہے، میری طرف وہ قوتِ محن کا زائد خرچ ہے۔ میں اور آپ منڈی میں صرف ایک قانون یعنی اشیاء کے مبادلے کے قانون سے آگاہ ہیں۔ اور شے کی کھپت کا حق اس سے الگ ہونے والے فروخت کنندہ کو نہیں، بلکہ اس خریدار کو ہے جو اسے حاصل کرتا ہے۔ میری روزانہ کی قوتِ محن آپ کی ملکیت ہے۔ لیکن اس روزینے کے ذریعے جو آپ مجھے ادا کرتے ہیں مجھے لازمی طور پر اس قابل ہونا چاہئے کہ اس [قوتِ محن] کو روزانہ بحال کر سکوں تاکہ اس کو دوبارہ بیچ سکوں۔ عمر ڈھلنے کے ساتھ آنے والی فطری [جسمانی] کمزوری سے قطع نظر مجھے ہر آنے والے کل کو اسی قوت، صحت، اور تازگی کے ساتھ کام پر مستعد ہونا پڑے گا جس کے ساتھ میں آج کام کر رہا ہوں۔ آپ مجھے ہمیشہ ''بچت'' اور ''تقویٰ'' کا درس دیتے رہتے ہیں۔ بہت

بہتر! ایک باشعور کفایت شعار کی مانند میں بھی اپنی اکلوتی دولت 'قوتِ محن' کی حفاظت کروں گا اور اس کے احمقانہ ضیاع سے بچوں گا۔ میں اس کا روزانہ بجز اُتنا ہی استعمال کروں گا اور مصرف میں لاؤں گا جو اس کے نارمل عرصۂ زندگی اور صحت مندانہ ترقی سے مطابقت رکھتا ہو۔ دیہاڑی کو غیر متعینہ حد تک طول دیتے ہوئے آپ ایک ہی دن میں قوتِ محن کی اس سے بھی زیادہ مقدار استعمال کر سکتے ہیں جتنی میں تین دن کے اندر بحال کر پاتا ہوں۔ اپنی ماہیت کا جو کچھ میں کھو دیتا ہوں آپ اس کو محن کی صورت میں پا لیتے ہیں۔ میری قوتِ محن کا استعمال اور اس کی تباہی دو مختلف چیزیں ہیں۔ اگر وہ اوسط مدت (ایک معقول مقدار کے کام کی انجام دہی کے ساتھ) جس میں ایک اوسط درجے کا مزدور زندہ رہ سکتا ہے 30 سال ہو تو میری قوتِ محن کی وہ قدر جس کی آپ مجھے روزانہ ادائیگی کرتے ہیں اس کی کُل قدر کا $\frac{1}{365\times 30}$ یا $\frac{1}{10950}$ ہوگی۔ لیکن اگر آپ اس کو دس سال میں خرچ کر لیں تو آپ مجھے اس کی کُل قدر کا $\frac{1}{3650}$ کے بجائے $\frac{1}{10950}$ دیتے ہیں، مطلب یہ کہ اس کی روزانہ کی قدر کا صرف $\frac{1}{3}$۔ لہٰذا آپ مجھ کو روزانہ میری قدر کے $\frac{2}{3}$ حصے کے برابر لوٹتے ہیں۔ آپ میری ایک دن کی قوتِ محن کا عوضانہ ادا کرتے ہیں، جبکہ اس کو تین دن کے برابر استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات ہمارے معاہدے اور مبادلے کے قوانین کے منافی ہے۔ میرا مطالبہ ایک معقول طوالت کی دیہاڑی ہے اور مَیں اس درخواست میں آپ سے کوئی جذباتی مطالبہ نہیں کر رہا کیونکہ روپے کے معاملات میں جذبات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ آپ ایک مثالی شہری ہو سکتے ہیں، اور ممکن ہے کہ آپ جانوروں کی انسدادِ بے رحمی کے رُکن بھی ہوں، مزید آپ کو تقدس کی نگاہ سے بھی دیکھا جاتا ہو، لیکن آپ میرے روبرو جس چیز کی نمائندگی کر رہے ہیں اس کے سینے میں دل نہیں دھڑکتا۔ اور جو دھڑکن اس وقت سنائی دے رہی ہے وہ میرے دل کی آواز ہے۔ میں ایک معقول دیہاڑی کا تقاضہ اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ ہر فروخت کنندہ کی طرح مجھے بھی اپنی شے کی قدر مطلوب ہے۔[6]

پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بے حد لچکدار حدود سے قطع نظر، اشیاء کے مبادلے کی اپنی نوعیت نہ تو دیہاڑی پر کوئی حد مقرر کرتی ہے اور نہ محنِ زائد پر۔ سرمایہ دار اپنے خریدار کے حقوق استعمال کر رہا ہوتا ہے جب وہ دیہاڑی کو ممکنہ حد تک لمبا کھینچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب بھی ممکن ہو ایک دن میں دو دیہاڑیوں کا کام بھی لے لیتا ہے۔ دوسری طرف فروخت شدہ شے کی مخصوص نوعیت خرچ ہونے کے سلسلے میں خریدار پر حد مقرر کر دیتی ہے؛ اور مزدور فروخت کنندہ کی حیثیت سے اپنے حقوق کو اس وقت برقرار رکھتا ہے جب اُس کی یہ خواہش ہو کہ دیہاڑی کو معقول دورانیے تک محدود کر دیا جائے۔ چنانچہ یہاں متضاد قسم کی صورتِ حال پیدا ہو جاتی کہ حق کے خلاف حق ہی آ کھڑا ہوا ہے اور دونوں پر مبادلوں کے قانون کی مہر ثبت ہے۔ حقوق کی برابری کی صورت میں حتمی فیصلہ طاقت ہی منواتی

ہے۔تو پھر یہی وجہ تھی کہ سرمایہ دارانہ پیداوار کے نظام کی تاریخ میں یہ بات ایک جدو جہد کی شکل میں سامنے آئی ہے کہ دیہاڑی کا تعین کیا ہے اور یہ جدو جہد اجتماعی سرمائے اور اجتماعی محنت، یعنی تمام سرمایہ دار طبقے اور تمام مزدور طبقے کے درمیان تھی۔

فصلِ دوم:۔

محنِ زائد کا لالچ

کارخانہ دار اور رئیس

Manufacturer and Boyard

محنِ زائد سرمائے کی ایجاد نہیں۔ جہاں کہیں بھی ذرائع پیداوار پر معاشرے کے ایک طبقے کی اجارہ داری ہو، وہاں آزاد اور غیر آزاد ہر دو قسم کے مزدور کو اپنی بحالی کے لیے ضروری عرصۂ محن میں ایک مخصوص حصہ زائد عرصۂ محن کا اضافہ بھی کرنا ہوتا ہے تاکہ ذرائع پیداوار کے مالکان کے لیے ذرائع بقا پیدا کئے جاسکیں7، ان مالکان کا تعلق چاہے ایتھنز کے امراء سے ہو، یا قدیم روم کے دولت مندیا (Wallachian Boyard)، جدید روسا، یا سرمایہ دار سے ہو۔8 تاہم یہ بات بالکل واضح ہے کہ سماج کی کسی بھی ایسی معاشی بنتر میں جہاں مصنوعہ کی قدرِ مبادلہ کے بجائے قدرِ صرف حاوی ہو وہاں محنِ زائد حاجات کی مخصوص تعداد کی رو سے محدود ہوگا، یہ حاجات زیادہ بھی ہوسکتی ہیں اور کم بھی۔ مزید یہ کہ اس میں پیداوار کی اپنی نوعیت محنِ زائد کے لامحدود لالچ کا سبب نہیں بنتی۔ پس ازمنۂ قدیم میں کام کی کثرت صرف اس وقت خطرناک صورتِ حال اختیار کرتی ہے جب مقصد قدرِ مبادلہ کو اس کی مخصوص آزاد بُنتر یعنی روپے میں حاصل کرنا ہو، یعنی سونے اور چاندی کی پیداوار کی صورت میں۔ یہاں موت پر منتج ہونے والا لازمی کام کثرتِ محن کی تسلیم شدہ شکل تھی۔ محض Diodorus Siculus ہی کا مطالعہ کریں۔9 تاہم ازمنۂ قدیم میں یہ مستثنیات کے زمرے میں آتی ہے۔ ایسے لوگ جن کی پیداوار اب بھی غلام محن اور بیگار سے چلنے والے محن جیسی نچلی سطح تک محدود تھی، جونہی یہ کسی بین الاقوامی منڈی کے ہنگاموں میں الجھ جاتی ہے، جس میں سرمایہ دارانہ طبع پیداوار حاوی ہو تو برآمد کے مقصد کے تحت مصنوعات کی فروخت ہی ان کا بڑا مقصد بن جاتا ہے، ایسے میں مہذب دنیا کے کام کی کثرت کی دلخراشیاں غلامی اور نیم غلامی وغیرہ جیسے مظالم پر مستزاد بن جاتی ہیں۔ پس متحدہ امریکہ کی جنوبی ریاستوں میں کام کرنے والا نیگرو اپنے اندر اس وقت تک پدرسری خاصے کو موجود رکھتا جب تک پیداوار فوری مقامی استعمال کے لیے مختص رہی۔ لیکن جوں جوں روئی کی برآمد ان ریاستوں کا اہم

مقصد بنتا گیا نیگرو کے محن کا کثرتِ استعمال بھی بڑھتا گیا۔ اور بعض وقت تو اس کی پوری زندگی کو محض سات سال کے محن کی مدت میں ختم کر دینا اس عیار و مکار نظام کا خاصہ بن گیا۔ اب سوال یہ نہ تھا کہ اس سے مفید پیداوار کی محض ایک خاص مقدار ہی حاصل کی جائے۔ اب تو سوال خود محنِ زائد کی پیداوار کا تھا۔ یہی حال بیگار کرنے والوں کا تھا، مثال کے طور دریائے ڈینوب کے قریبی صوبہ جات میں (اب جو رومانیہ کے نام سے موسوم ہے)۔

ڈینوبی صوبوں میں پائے جانے والے محنِ زائد کے لالچ کا موازنہ اگر انگلستان کے کارخانوں میں موجود اس قسم کے لالچ سے کیا جائے تو دلچسپ نتائج سامنے آتے ہیں، کیونکہ بیگار میں کام کرنے والوں کا محنِ زائد آزاد اور واضح شکل رکھتا ہے۔

فرض کریں کہ دیہاڑی 6 گھنٹے کے محنِ لازم اور 6 گھنٹے کے محنِ زائد پر مشتمل ہے۔ اس صورت میں آزاد مزدور ہر ہفتے 6×6 یعنی 36 گھنٹے کا محن سرمایہ دار کو دے رہا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اُس نے ہفتے میں 3 دن اپنے لیے کام کیا اور 3 دن سرمایہ دار کے لیے مفت میں۔ لیکن بظاہر یہ بات واضح دکھائی نہیں دیتی۔ محنِ زائد اور محنِ لازم ایک دوسرے میں خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میں اس تعلق کو ان الفاظ میں بیان کر سکتا ہوں: مزدور ہر منٹ کے 30 سیکنڈ اپنے لیے کام کرتا ہے اور 30 سیکنڈ سرمایہ دار کے لیے، وغیرہ وغیرہ۔ بیگار کے سلسلے میں بات اس سے برعکس ہے۔ ولیشیا کا مزارع اپنی بقا کے لیے جس ضروری محن کی انجام دہی کرتا وہ اُس محنِ زائد سے واضح طور پر ممیّز ہے جس کی انجام دہی وہ اپنے آقا کے لیے کرتا۔ پہلے قسم کا کام وہ اپنے کھیتوں میں کرتا اور دوسرے قسم کا کام آقا کے کھیتوں میں۔ چنانچہ عرصۂ محن کے دونوں حصے آزادانہ طور پر مگر ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ بیگار کے معاملے میں محنِ لازم کو واضح طور پر محنِ زائد سے ممیّز کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ بات محنِ لازم اور محنِ زائد کے مقداری تعلق پر کسی طرح کا اثر نہیں ڈالتی۔ اور ایک ہفتے میں تین دن کا محنِ زائد تین دن ہی رہتا ہے اور اس میں خود مزارع کے لیے کسی قسم کا مساوی القدر نہیں پیدا ہوتا؛ اب چاہے اس کو بیگار کا محن کہہ لیں یا اُجرت کا۔ سرمایہ دار میں محنِ زائد کی ہوس دیہاڑی کو لمبے سے لمبا کھینچنے کی کوشش میں ظاہر ہوتی ہے اور جاگیردار میں یہی ہوس بیگار کے دنوں کی براہِ راست ڈکیتی میں۔ [10]

ڈینوب کے صوبوں میں بیگار کو جنس کی شکل میں لگان اور غلامی کے دیگر نذرانوں کے ساتھ خلط ملط کر دیا گیا۔ تاہم یہ چیزیں حکمران طبقے کے لیے انتہائی اہم نذرانوں کی شکل اختیار کر گئیں۔ جہاں پر حالات ایسی صورتِ حال اختیار کر جائیں وہاں ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ بیگار نیم غلامی کی سطح سے بلند ہوئی ہو جبکہ نیم غلامی نے بیگار سے بہت زیادہ تیزی سے جنم لیا۔ [11] رومانیہ کے صوبوں میں کچھ ایسی ہی صورتِ حال تھی۔ زمینی اجتماعیت ان کے ابتدائی طبعِ پیداوار کی بنیاد تھی لیکن یہ Slavonic یا ہندوستانی طرز پر نہ تھی۔ زمین کے ایک حصے کو آزاد ملکیت کے

بطور برادری کے ارکان آزادانہ طور پر جدا جدا زیرِ کاشت لاتے تھے؛ اور دوسرے حصے_ عوام کے کھیتوں_ کو وہ سب مشترکہ طور پر زیرِ کاشت لاتے تھے۔ اس مشترکہ محن کی پیداوار کا ایک حصہ جزوی طور پر فصل کی خرابی اور دوسرا ہنگامی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے محفوظ رکھا جاتا، اور کچھ حصہ جنگ، مذہب اور دوسرے عمومی اخراجات کے لیے استعمال ہوتا۔ کچھ عرصے کے بعد فوج اور مذہبی اربابِ عظام نے [کاشت کاری کی] عام زمین کے ساتھ ساتھ اس پر استعمال ہونے والے محن کو بھی غصب کر لیا۔ آزاد کسانوں کے محن کو اُن کی مشترکہ زمین پر اس [زمین] کے چوروں کے لیے بیگار میں بدل دیا گیا۔ جلد ہی اس بیگار نے غلامی کے تعلق کی شکل اختیار کر لی جو عملاً تو تھا لیکن اسے قانونی درجہ میسر نہ تھا؛ تا آنکہ دُنیا کے نجات دہندہ روس نے غلامی کی تنسیخ کے بہانے اس کو قانونی شکل دے دی۔ بیگار کے جس قانون کا اعلان روسی جرنیل Kisseleff نے 1831 کو کیا وہ یقینی طور پر جاگیرداروں نے بنوایا تھا۔ اسی طرح سے روس نے ایک ہی نشانے میں ڈینوب کے صوبوں کے رؤسا کو بھی فتح کر لیا اور یورپ بھر کے لبرل جہلاء کی تعریف و توصیف بھی حاصل کر لی۔

بیگار کے قانون "Reglement organique" کی رو سے ولیشیا کا ہر کسان نام نہاد زمیندار کو اجناس کے علاوہ جو ادائیگیاں کرے گا ان کی تفصیل یہ ہے: (1) بارہ 12 دن کا عام محن (2) ایک دن کی کھیتوں کی مزدوری (3) اور ایک دن لکڑیاں اکٹھی کرنے کا۔ مجموعی طور پر سال میں چودہ دن۔ سیاسی معیشت میں خاصا درک رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ دیہاڑی کو اس کے عام مفہوم میں نہیں بلکہ ایک ایسی دیہاڑی کے بطور لیتے ہیں جس میں روزانہ کی اوسط مصنوعہ کی پیداوار حاصل ہو سکے۔ اور روزانہ کی یہ اوسط پیداوار ایسی چابکدستی سے مقرر کی گئی ہے کہ کوئی جن بھی 24 گھنٹے میں اس کو پورا نہیں کر سکتا۔ خود Reglement نے روسی دودھاری زبان استعمال کرتے ہوئے دو ٹوک لفظوں میں کہا ہے کہ بارہ روز کے کام کے دنوں سے مراد 36 دن کا جسمانی محن لینا چاہیے، کھیتوں کے 1 دن کے کام کو 3 دن کا اور اسی طرح ایک دن کے لکڑیاں جمع کرنے کے کام کو بھی تین گُنا سمجھنا چاہیے۔ یہ سب مل ملا کر 42 دن کا بیگار بن جاتا ہے۔ نام نہاد jobagie کی خدمت اس پر مستزاد ہے؛ یہ ایک ایسی خدمت ہے جو غیر معمولی مواقع پر آقا کی نذر کی جاتی ہے۔ آبادی کے حجم کی نسبت سے ہر گاؤں کو jobagie کے لیے سالانہ ایک جتھہ مہیا کرنا پڑتا۔ ولیشیا کے ہر کسان کے لیے اس اضافی بیگار کا اندازہ سال میں 14 دن بنتا ہے۔ اس طرح سے سال کا متعینہ بیگار 56 دنوں کو محیط ہے۔ لیکن ولیشیا کا ہر زرعی سال ناسازگار موسم کی بنا پر صرف 210 دن رہ جاتا ہے۔ ان میں سے 40 دن اتواروں اور دیگر چھٹیوں میں چکے گئے؛ اوسطاً 30 دن خراب موسم کی نذر ہو گئے چنانچہ ان 70 دنوں کو شمار میں نہیں لایا جا سکتا۔ باقی 140 دن باقی بچتے ہیں۔ محنِ لازم اور بیگار کی باہمی اوسط $\frac{56}{84}\%$ یا

$66\frac{2}{3}\%$ بنتی ہے۔ یہ اوسط قدرِ زائد کی اُس اوسط سے کہیں کم ہے جو انگلستان کے زرعی یا فیکٹری کے مزدور کے محن سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ محض قانون کی مقرر کردہ بیگار ہے۔ اور ایک حوالے سے انگلش فیکٹری ایکٹس سے بھی زیادہ ''آزادانہ'' انداز میں "Reglement organique" یہ بات جان چکی ہے کہ اس [قانون] کی پابندیوں سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ ان 56 دنوں کو 12 دن میں سمیٹنے کے بعد ان 56 میں سے ہر دن کا کام اس طرح سے ترتیب دیا گیا کہ اس کام کا کچھ حصہ اگلے دن تک چلتا رہے۔ مثال کے طور پر ایک دن میں کھیت کے مخصوص حصے کو ہر قیمت پر جڑی بوٹیوں سے پاک کرنا ہوتا۔ لیکن یہ کام خاص طور پر مکئی کی بوائی کے دنوں میں دگنے سے بھی زیادہ وقت خرچ کرتا۔ ایک دن کے زرعی محن کی کچھ اقسام ایسی ہیں جن کی قانونی وضاحت اس انداز میں ہو سکتی ہے کہ دن کا آغاز مئی میں ہو اور اختتام اکتوبر میں۔ Molsovia میں حالات اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ''ایک جاگیردار نے بڑے تفاخر بھرے انداز میں کہا کہ Reglement کے مقرر کردہ دن سال کے 365 دن کے مساوی ہوتے ہیں۔'' 12

اگر ڈینوبی کے صوبہ جات کا Reglement organique محنِ زائد کی ہوس کا ایک مثبت اظہار تھا جس کے ہر پیراگراف کو قانون کا درجہ حاصل تھا تو انگلش فیکٹری ایکٹس اسی ہوس کا منفی اظہار ہیں۔ یہ قوانین زبردستی دیہاڑی کو ریاستی ضابطوں سے محدود کر کے قوتِ محن کے لامحدود حصول کی ہوس پر روک لگاتے ہیں جبکہ یہ ریاست خود سرمایہ دار اور جاگیردار کی حکمرانی میں ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ خطرہ بنتی ہوئی مزدور تحریکوں کے علاوہ، کارخانوں کے محن [کے اوقات] پر پابندی اُسی ضرورت کے تحت لگانی پڑی جس ضرورت نے انگلستان کو کھیتوں میں فضلے کی کھاد ڈلنے پر آمادہ کیا۔ لُوٹ کی اسی اندھی خواہش نے ایک طرف تو زمین کو بنجر کر دیا؛ دوسری طرف قوم کی زندہ قوت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اس معاملے کو آئے دن کی وبائیں اتنی ہی وضاحت سے بیان کرتی ہیں جتنی کہ فرانس اور جرمنی میں گرتی ہوئی فوجی صورتِ حال ہے۔ 13

1850 کا فیکٹری ایکٹ جو اب نافذ العمل ہے (1867) اوسطاً دس گھنٹے کی دیہاڑی کی اجازت دیتا ہے؛ جس میں ہفتے کے پہلے 5 دن صبح 6 بجے سے لے کر شام 6 بجے روزانہ ہے اور اس میں آدھا گھنٹہ ناشتے کا اور ایک گھنٹہ دوپہر کے کھانے کا بھی شامل ہے؛ چنانچہ دیہاڑی کے $10\frac{1}{2}$ گھنٹے باقی بچ رہتے ہیں۔ اور ہفتہ کے روز آٹھ گھنٹے؛ صبح 7 بجے سے سہ پہر 2 بجے تک کام کرنا ہوتا ہے ان [آٹھ گھنٹوں] میں آدھا گھنٹہ ناشتے کا منفی کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے محن کے 60 گھنٹے بچ رہتے ہیں جن میں سے پہلے پانچ دن روزانہ $10\frac{1}{2}$ گھنٹے، اور آخری دن $7\frac{1}{2}$ گھنٹے۔ 14 ان قوانین کے لیے مخصوص نگہبان بھی مقرر کئے جاتے ہیں جن کو فیکٹری انسپکٹران کہا جاتا

ہے۔ یہ ہوم سیکرٹری کے زیرِ نگیں کام کرتے ہیں اور ان کی رپورٹیں پارلیمنٹ کے حکم پر ہر چھ مہینے کے بعد شائع ہوتی ہیں۔ یہ رپورٹیں سرمایہ داروں کی محنِ زائد کے لیے ہوس کے باب میں باقاعدہ سرکاری اعداد و شمار مہیا کرتی ہیں۔

اب ہم کچھ وقت کے لیے فیکٹری انسپکٹر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں15: ''مِل کے دغاباز مالکان کام کا آغاز 6 بجنے سے پاؤ گھنٹہ پہلے کرتے ہیں (بعض وقت اس سے تھوڑا سا کم اور بعض وقت زیادہ)؛ اور انجامِ کار شام 6 بجے سے تقریباً پون گھنٹہ بعد کرتے ہیں (بعض وقت اس سے تھوڑا سا کم اور بعض وقت زیادہ)۔ ناشتے کے لیے مہیا کردہ برائے نام آدھے گھنٹے میں سے وہ اول و آخر کے پانچ پانچ منٹ؛ اور سہ پہر کے کھانے کے لیے مقرر کردہ برائے نام گھنٹے میں سے اول و آخر کے دس دس منٹ ہتھیا لیتا ہے۔ ہفتہ کے روز وہ 2 بجے کے بعد پاؤ گھنٹہ زیادہ کام کرتا ہے (بعض وقت اس سے کچھ کم اور بعض وقت زیادہ)۔ پس اُس کا حاصل درج ذیل رہتا ہے:

صبح 6 بجے سے قبل	15 منٹ
شام 6 بجے کے بعد	15 منٹ
ناشتے کے وقت	10 منٹ
سہ پہر کے کھانے کے وقت	20 منٹ
کل	60 منٹ

پانچ دہاڑیوں میں: 300 منٹ

ہفتہ کو 6 بجے سے قبل	15 منٹ
ناشتے کے وقت	10 منٹ
2 بجے کے بعد	15 منٹ

کل: 40 منٹ

ہفتہ وار کے حساب سے کُل	340 منٹ

یا ہفتے کے 5 گھنٹے اور 40 منٹ۔ اگر اس کو ایک سال میں کام کے 50 ہفتوں سے ضرب کیا جائے (ہنگامی اور ہفتہ وار چھٹی کے دو دن اس سے خارج ہیں) تو یہ 27 دن کے برابر بنتے ہیں۔''16

''اگر ایک دن میں پانچ منٹ کے اضافی کام کو [سال کے کُل] ہفتوں سے ضرب کیا جائے تو یہ سال بھر کی کُل پیداوار کے اڑھائی دن کی پیداوار کے برابر بنتا ہے۔''17

''ایک اضافی گھنٹہ جو چھوٹی چھوٹی اقساط میں روزانہ صبح 6 بجے سے پہلے اور شام 6 بجے کے بعد، اور کھانے

پینے کے لیے برائے نام رکھے جانے والے وقت کے آغاز اور اختتام میں حاصل کیا جاتا ہے مِل مِلا کر سال کے تقریباً 13 مہینوں کے کام کے مساوی بن جاتا ہے۔'' 18

وہ بحران جن کے دوران کام روک دیا جاتا ہے اور کارخانے ''قلیل الوقت'' چلائے جاتے ہیں مطلب یہ کہ ہفتے میں تھوڑے وقت کے لیے؛ ایسی صورتِ حال دیہاڑی کو لمبا کرنے کے رجحان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ کاروبار جتنا کم ہوگا، اُس کاروبار سے اتنا ہی زیادہ فائدہ اٹھایا جانا ضروری ہوگا۔ کام پر جتنا کم وقت خرچ کیا جائے گا اُس کام میں سے اُتنا ہی زیادہ حصہ زائد عرصۂ محنت میں بدلا جانا ضروری ہوگا۔

پس 1857 سے 1858 تک کے بحران کے عرصے کے بارے میں فیکٹری انسپکٹروں کی رپورٹ بتاتی ہے کہ:

''یہ بات بے تکی سی معلوم ہوتی ہے کہ ایسے اوقات میں کثرت کار ہو جائے جب تجارت کی حالت اتنی خراب ہو۔ لیکن یہ بھی ہے کہ اس طرح کی ہر خرابی بے ضمیر افراد کو قانون شکنی پر آمادہ کرتی ہے؛ وہ اس سے زائد نفع حاصل کرتے ہیں۔... Loenard Horner کہتا ہے کہ گزشتہ چھ ماہ میں میرے ضلعے کی 122 مِلوں کو ختم کر دیا گیا اور 143 مِلیں بند پڑی رہیں،'' اس کے باوجود کثرتِ کار قانوناً جائز گھنٹوں سے تجاوز کرتا رہا۔ 19

مسٹر ہاؤل Mr. Howel کہتا ہے: ''کاروباری مندی کی وجہ سے وقت کے بڑے حصے میں بہت ساری فیکٹریاں تقریباً بند پڑی رہیں اور اس سے بھی زیادہ تعداد ایسی فیکٹریوں کی تھی جو قلیل الوقت چلتی تھیں اور ان سے مجھے برابر یہ شکایات ملتی رہیں کہ ایک دن میں آدھا یا پون گھنٹہ مزدوروں کے ان اوقات میں سے ہتھیا لیا جاتا ہے جو ان کے آرام اور تفریح کے لیے مختص ہیں۔'' 20 ایسی ہی صورتِ حال روئی کے دہشت ناک بحران کے زمانے 1861 تا 1865 21 ذرا کم شدت کے ساتھ دیکھنے میں آئی۔ جب کسی غیر قانونی یا کھانے کے اوقات میں فیکٹری میں لوگ کام کرتے ہوئے نظر آئیں تو بعض اوقات از راہِ عذر یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ مقررہ وقت پر مِل سے باہر نہیں جائیں گے اور ان پر یہ پابندی اس لیے ضروری ہے کہ وہ کام (یعنی مشنری وغیرہ کی صفائی کا کام) خاص طور پر ہفتے کی سہ پہر کو بند کر دیں۔ لیکن اگر مشینیں بند ہونے کے بعد بھی مزدور فیکٹری ہی میں رہیں .....تو وہ اس طرح سے کام نہ کر رہے ہوتے اگر معقول وقت صفائی وغیرہ کے لیے الگ سے مختص کر دیا جاتا؛ چاہے یہ صبح 6 بجے سے پہلے ہوتا یا پھر ہفتہ کو سہ پہر 2 بجے کے بعد۔'' 22

اس (قانون توڑ کر زیادہ کام کرانے) سے جو نفع حاصل ہوتا بہت سوں میں ایسی خودغرضی بھر دیتا ہے جس کے خلاف وہ مزاحم بھی نہیں ہو پاتے؛ اور وہ حساب لگاتے ہیں کہ نہ پکڑے جانے کی صورت میں کیا فائدہ ہوگا۔ وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ چلیں کوئی بات نہیں جو جرمانہ پکڑے جانے والوں کو پڑتا ہے وہ کوئی زیادہ نہیں،

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر پکڑے گئے اور جرمانہ ہوا تب بھی فائدے میں رہیں گے۔ ....23 جن معاملات میں صورتِ حال یہ ہو کہ زائد وقت دن کے چھوٹے چھوٹے وقفوں کی شکل میں چوری کیا جائے ان میں انسپکٹروں کو مقدمہ بنانے میں گنجلک قسم کی مشکلات پیش آتی ہیں۔''24

مزدوروں کے کھانے اور بحالی کے اوقات میں سے سرمائے کی ایسی ''چھوٹی چھوٹی چوریوں'' کو انسپکٹر ''کوتاہ چوریاں'' کا نام بھی دیتے ہیں، جن میں ''چند منٹ ہتھیا لیے جاتے ہیں''26۔ جنہیں مزدوروں کی اصطلاح میں ''کھانے کے اوقات کو کُتر کھانا''27 کہا جاتا ہے۔

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ اس صورت حال میں محنِ زائد میں سے قدرِ زائد کی تشکیل کوئی راز نہیں۔ ایک انتہائی معزز کارخانہ دار نے مجھ سے کہا: ''اگر آپ دیہاڑی میں مجھے صرف دس منٹ اضافی وقت [کے استعمال] کی اجازت دیتے ہیں تو آپ سالانہ ایک ہزار کی رقم سے میری جیب بھرتے ہیں۔''28 ''وقت کے ٹکڑے ہی نفع کے اجزاء ہوتے ہیں۔''29

اس نقطۂ نگاہ سے اگر آپ دیکھیں تو قابلِ ذکر بات اور کوئی نہیں کہ اُن مزدوروں کی شناخت ''کُل وقتی'' ہے جو پورا وقت کام کرتے ہیں اور 13 سال سے کم عمر کے جو بچے صرف 6 گھنٹے کام کرتے ہیں اُن کے لیے ''نصف وقتی'' کی اصطلاح ہے۔ یہاں پر مزدور سے مراد مجتمع عرصۂ محن کے علاوہ کچھ نہیں۔ ان ''کُل وقتی'' اور ''نصف وقتی'' کی اصطلاحات میں آ کر تمام ذاتی تخصیصات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔30

فصلِ سوم:

انگلستانی صنعت کی وہ شاخیں جن کے لیے استحصال کی کوئی قانونی حد نہیں

اب تک ہم نے دیہاڑی کو طویل کھینچنے کے رجحان کے بارے میں غور و فکر کیا ہے؛ یعنی ایک انگریز بورژوا معیشت دان کے بقول انسان نما بھیڑیوں کی ایک ایسے شعبے میں محنِ زائد کے لیے ہوس جن کے غیر انسانی تقاضے اُن مظالم سے کسی طرح بھی کم نہیں جو اہلِ اسپین سُرخ چمڑی والے امریکیوں31 سے کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار سرمائے پر قانونی حد بندیاں لاگو کر دیں گئیں۔ اب ہم پیداوار کی اُن شاخوں پر نگاہ دوڑاتے ہیں جن میں مزدور کا استحصال تمام تر پابندیوں سے آزاد ہے یا اب سے کچھ عرصہ قبل یہ صورت احوال تھی۔

14 جنوری 1860 کو ناٹنگھم میں اسمبلی رومز کے مقام پر منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں ضلع مجسٹریٹ مسٹر براؤٹن نے بطور چیئرمین کہا: ''آبادی کا جو حصہ لیس کا مال بنانے سے متعلق ہے اُن کی زندگی اتنی

زیادہ محرومیوں اور دکھوں سے بھری پڑی ہے کہ اس کی مثال انگلستان، بلکہ مہذب دنیا میں کہیں نہیں ملتی ...۔نو دس سال کے بچوں کو ان کی ٹوٹی پھوٹی چارپایوں سے سحر کے تین یا چار بجے کھینچ لیا جاتا ہے اور ان کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ رات دس گیارہ بجے تک محض قوتِ لایموت حاصل کرنے کے لیے کام کریں وہ بھی ایسی حالت میں کہ جب اُن کے پنجر مر رہے ہیں، ان کے جسم تحلیل ہو رہے ہیں، اُن کے ہاتھ پاؤں بے جان ہو رہے ہیں، اُن کے چہرے پیلے پڑ رہے ہیں، اور ان کی روح پتھر جیسے سکوت میں ڈوبتی چلی جاتی ہے ایک ایسی حالت جس کا بیان انتہائی دہشت ناک ہے...۔کوئی عجب نہیں کہ مسٹر میلٹ یا کوئی دوسرا کارخانہ دار اس گفتگو پر آوازِ احتجاج بلند کرے...۔ جیسا کہ Rev. Montagu Valpy نے بھی کہا ہے کہ یہ نظام سماجی، جسمانی، اخلاقی، اور روحانی طور پر سخت غلامی کی حیثیت رکھتا ہے...۔ایک ایسے قصبے کے بارے میں کیا سوچا جا سکتا ہے جو ایک اجلاس میں یہ مطالبہ کریں کہ مردوں کے لیے مُدتِ محن کو کم کر کے دن کے اٹھارہ گھنٹے کر دینا چاہیے؟...۔ہم ورجینا اور کیرولینا کے روئی کے کاشتکاروں کے خلاف تقریریں کر لیتے ہیں۔...تو کیا ان کی چور بازاری، ان کے تازیانے، اور ان کی انسانی گوشت کی تجارت انسانیت کی اُس مسلسل اور خاموش قربانی سے زیادہ قابلِ نفرین ہے جس کا مقصد سرمایہ داروں کے فائدے کے لیے کالر اور نقابیں بنانا ہے؟'' 32

گزشتہ 22 سال کے دوران Staffordshire کے ظروف سازی کے کارخانوں کے بارے تین بار پارلیمانی تحقیقات کی گئی ہیں۔ان [تحقیقات] کے نتائج Mr. Scriven's Report of 1841 میں موجود ہیں جو "Children's Employment Commissioner" کے رو برو پیش کی گئی؛ دوسرے Dr. Greenhow کی 1860 کی رپورٹ میں، یہ رپورٹ Privy Council کے میڈیکل آفیسر کے حکم سے شائع کی گئی (Public Heath, 3rd Report 112, 113) اور آخری مسٹر کونگے کی 1862 کی رپورٹ میں یہ "First Report of the Children's Employment Commission, of the 13th June 1863." میرے مدعا کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ 1860 اور 1863 کی رپورٹوں میں سے استحصال کے مارے خود ان بچوں کے حال کا کچھ بیان کروں۔اُن بچوں کی صورتِ حال سے ہم جوانوں کی حالت کا اندازہ بھی کر سکیں گے، بالخصوص لڑکیوں اور عورتوں کا وہ بھی صنعت کی اُس شاخ میں جس کے آگے روئی کی کتائی کا کام بڑا دل کشا اور صحت مندانہ معلوم ہوتا ہے۔33

9 سال کے ولیم وُڈ نے جب کام کا آغاز کیا تھا تو اُس کی عمر 7 سال اور 10 ماہ تھی۔وہ مٹی کے برتنوں کے سانچے لانے اور لے جانے کا کام کرتا تھا (سانچے میں تیار شدہ چیزوں کو بھٹی میں لے جانا اور اس کے بعد خالی سانچوں کو واپس لے کر آنا)۔وہ روزانہ صبح 6 بجے اپنے کام پر آتا اور رات 9 بجے کام سے فارغ ہوتا۔''میں ہفتے

کے 6 کے 6 دن رات 9 بجے تک کام کرتا ہوں۔ اور تقریباً سات آٹھ ہفتے میرا یہی معمول رہا۔'' سات سالہ بچے کے لیے 15 گھنٹے کا کام! 12 سال کا جے مَرے کہتا ہے: ''میں پیالے بناتا ہوں اور سانچے لاتا لے جاتا ہوں۔ میں 6 بجے آتا ہوں اور بعض وقت 4 بجے۔ پچھلے دن میں ساری رات صبح 6 بجے تک کام کرتا رہا۔ اور گزشتہ سے پیوستہ رات سے اب تک سو نہیں سکا۔ پچھلی رات آٹھ نو اور لڑکے بھی کام کر رہے تھے۔ آج اُن میں سے ایک کے علاوہ سب آئے ہیں۔ میں 3 شلنگ اور 6 پینس لیتا ہوں۔ رات کے کام کا مجھے کچھ نہیں ملتا۔ پچھلے ہفتے میں نے 2 راتیں لگائیں۔'' Fernyhough نامی ایک دس سال کا بچہ کہتا ہے: ''مجھے کبھی بھی (کھانے کے لیے) پورا گھنٹہ نہیں ملا۔ کبھی کبھار مجھے آدھا گھنٹہ مل جاتا ہے؛ مثلاً جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کو۔ 34

ڈاکٹر گرین ہاؤ کہتا ہے کہ Stoke-on-Trent اور Walstanton کے ظروف سازی کے اضلاع میں لوگوں کی اوسط عمر حیرت انگیز طور پر تھوڑی ہے۔ اگرچہ Stoke کے ضلع میں 36.6% اور Wolstanton میں صرف 30.4% بیس سال سے زیادہ عمر کے مرد حضرات کو ظروف سازی کے کارخانوں میں ملازمت دی جاتی ہے۔ اول الذکر ضلع کے اس عمر کے ظروف ساز لوگوں میں سے آدھے سے زیادہ نوجوان، اور دوسرے ضلع میں کُل اموات کا تقریباً $\frac{2}{5}$ پھیپھڑوں کے امراض کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر باتھرائڈ جو Hanley کے مقام پر طبی فرائض سرانجام دے رہا ہے کہتا ہے: ''ظروف سازوں کی ہر آنے والی نسل پہلی کی نسبت پستہ قامت اور لاغر ہے۔'' اسی طرح ایم بین نامی ایک اور ڈاکٹر کہتا ہے: ''جب 25 سال قبل اُس نے مٹی کے برتن بنانے والوں کا علاج معالجہ شروع کیا تب سے لے کر اب تک اُس نے مشاہدہ کیا ہے کہ جسامت اور تنومندی میں واضح کمی واقع ہوئی ہے۔'' یہ بیانات ڈاکٹر گرین ہاؤ کی 1860 کی رپورٹ سے لیے گئے ہیں۔ 35

1863 کی کمشنرز کی رپورٹ میں North Staffordshire Infirmary کا ایک سینئر فزیشن ڈاکٹر جے. ٹی. آرلیگ کہتا ہے: ''مٹی کے برتن بنانے والے مرد وزن ایک معاشرتی طبقے کی رو سے جسمانی اور اخلاقی ہر دو اعتبار سے رو بہ زوال آبادی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں ایک عام اصول یہ ہے کہ ان کی نشوونما رُک جاتی ہے، جسامتیں بے ڈول ہو جاتی ہیں، سینہ بے ڈھب ہو جاتا ہے، وہ وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاتے ہیں اور یقیناً ان کی اموات بھی قبل از وقت ہو جاتی ہیں۔ وہ بلغم تھوکتے ہیں اور حبس کے مریض ہوتے ہیں۔ ضعفِ معدہ کے شدید حملے، جگر کی خرابی، گُردے اور گنٹھیا کے امراض سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی صحت بڑی خراب ہے۔ جن بیماریوں کا وہ سب سے زیادہ شکار ہوتے ہیں اُن میں امراضِ سینہ، نمونیہ، سِل، نرخرے کا ورم اور دمہ شامل ہیں۔ ایک بیماری اُن سب میں مخصوص طور پر پائی جاتی ہے جس کو مٹی کے برتن بنانے والوں کا دمہ، یا برتن بنانے والوں کا دق کہتے ہیں۔ 'Scrofula' خنازیر کی بیماری جو غدودوں، یا ہڈیوں یا جسم کے دیگر حصوں پر حملہ آور

ہوتی ہے، ایک ایسی بیماری ہے جس میں دو تہائی سے بھی زیادہ ظروف ساز مبتلا ہوتے ہیں....اس ضلع کی آبادی کی یہ ابتر صورتحال شدید تر ہو سکتی تھی مگر قریب و جوار کے علاقوں سے لوگوں کی برابر بھرتی اور زیادہ صحت مند لوگوں سے ازدواج کی وجہ سے یہ سلسلہ کم ہو گیا ہے۔36

اسی ادارے کا ایک معروف سرجن مسٹر چارلس پارسن اپنے ایک خط بنام کمشنر لانگی میں دیگر جزیات کے علاوہ یہ بھی لکھتا ہے: ''میں دفتری اعداد و شمار کے مطابق نہیں بلکہ اپنے ذاتی مشاہدے کی بنا پر بات کر سکتا ہوں؛ لیکن میں یہ بات کہتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کروں گا کہ اُن غریب بچوں کی حالت دیکھ کر مجھے بہت غصہ آتا ہے جن کی صحت یا تو ان کے والدین یا پھر مالکان کی ہوس پر قربان ہو جاتی ہے۔'' وہ مٹی کے برتن بنانے والوں کی امراض کے اسباب کو ایک ایک کر کے بیان کرتا ہے اور ان کا خلاصہ ''طویل اوقات کار'' کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ کمیشن کی رپورٹ اس بات پر پورا یقین رکھتی ہے کہ: ''ایسی مصنوعہ جس نے پوری دنیا میں اتنا بلند مقام حاصل کر لیا ہو بہت عرصہ نہیں لگے گا کہ اس پر یہ مہر ثبت ہو جائے کہ [دنیا میں] اس کی عظیم کامیابی اس پر کام کرنے والوں کی جسمانی خستہ حالی، طویل ترین جسمانی مشقتوں، اور قبل از وقت اموات کے سبب ہی ممکن ہوئی ہے.... جن کے محن اور ہنر مندی کی وجہ سے اتنے عظیم نتائج حاصل ہو سکے ہیں۔''37 پھر جو باتیں انگلستان کے مٹی کے برتن بنانے والے کارخانوں کے بارے میں درست ہیں سکاٹ لینڈ پر بھی اُسی قدر صادق آتی ہیں۔38

ماچس سازی کا آغاز 1833 میں فاسفورس کو خود ماچس [کی تیلی] کے ساتھ لگانے کی دریافت کے ساتھ ہوا۔ 1845 سے اس صنعت نے انگلستان میں بڑی تیزی سے ترقی کی ہے۔ یہ کاروبار نہ صرف لندن بلکہ مانچسٹر، برمنگھم، لیورپول، برسٹل، ناروچ، نیوکیسل اور گلاسگو جیسے گنجان آباد علاقوں میں پھیل گیا۔ اس [کاروبار] کے ساتھ ساتھ کزاز (lockjaw) کی بیماری بھی پھیل گئی۔ اس بیماری کے بارے میں ویانا کے ایک طبی ماہر نے 1845 میں دریافت کیا کہ یہ بیماری ماچس بنانے والوں سے مخصوص ہوتی ہے۔ کام کرنے والوں میں سے آدھے تیرہ سال سے کم عمر بچے اور اٹھارہ سال سے کم عمر نوجوان ہیں۔ یہ صنعت اپنی غیر صحت مندانہ، ناسازگار اور ناخوشگوار بدبو کی وجہ سے اتنی زیادہ ناپسند کی جاتی ہے کہ اس میں مزدور طبقے کا انتہائی نچلا درجہ ہی کام کرتا ہے؛ جیسے نیم فاقہ کش بیوائیں وغیرہ اس کام پر اپنے ''چیتھڑوں میں ملبوس، نیم فاقہ کش اور ان پڑھ بچوں کو'' بھیجتی ہیں۔ کمشنر وہائٹ نے (1863) جن لوگوں کی شہادتیں اکٹھی کیں اُن میں 270 اٹھارہ سال سے کم عمر کے تھے، 50 دس سال سے کم، 10 کی عمر صرف آٹھ سال تھی، اور پانچ بچے صرف چھ چھ سال کے تھے۔ رہی دیہاڑیوں کی بات تو یہ 12 سے 14 یا 15 گھنٹے؛ اور رات کی ڈیوٹی کھانے کے بے قاعدہ اوقات، اُن کمروں میں کھانا جن میں فاسفورس بھرا رہتا ہے۔ اس کارخانے کی حالت کے سامنے دانتے کی جہنم کی دہشت ناکیاں بھی ماند پڑ جاتی ہیں۔39

کاغذ کی آویزاں کرنے والی مصنوعات میں کھردرے قسم کے کاغذ کی چھپائی مشین سے کی جاتی ہے اور نفیس قسم کے کاغذ کی چھپائی ہاتھ سے ہوتی ہے (بلاک پرنٹنگ)۔ اکتوبر کے آغاز سے اپریل کے اختتام تک کام کے تیزی کے مہینے ہیں۔ اس عرصے کے دوران کام اتنی تیزی سے ہوتا ہے کہ صبح 6 بجے سے رات 10 بجے تک یا پھر اس سے بھی دیر تک بغیر رُکے جاری رہتا ہے۔

جے لیچ کہتا ہے: ''گزشتہ سردیوں میں انیس میں سے چھ لڑکیاں کام پر اس وجہ سے نہ آسکیں کہ کثرتِ کار کی وجہ سے بیمار پڑ گئیں تھیں۔ اُن کو جاگتا رکھنے کے لیے مجھے ان پر چیختا پڑتا تھا۔'' ڈبلیو ڈَفی W. Duffy کہتا ہے: ''میں نے دیکھا کہ ایسا وقت آتا ہے کہ کوئی بھی بچہ کام کے لیے اپنی آنکھیں کھلی نہیں رکھ سکتا؛ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کرسکتا۔'' جے لائٹ بورن کہتا ہے: ''میری عمر 13 سال ہے..... پچھلی سردیوں میں ہم شام 9 بجے تک کام کرتے تھے، اور گزشتہ سے پیوستہ سردیوں میں دس بجے تک۔ میں پچھلی سردیوں میں روزانہ رات کے وقت پاؤں پھول جانے کی وجہ سے چلا اٹھتا تھا۔'' جی اپسڈن کہتا ہے: ''میرا وہ بچہ... جب سات سال کا تھا تو میں اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے برف پر سے چلا پھرا کرتا تھا وہ دیہاڑی کے 16 گھنٹے کام کرنے کا عادی تھا..... جب وہ مشین پر کام کر رہا ہوتا ہے اس وقت میں نے اکثر اس کو جھک کر کھانا کھلایا ہے، کیونکہ نہ وہ اس کو چھوڑ سکتا ہے اور نہ بند کرسکتا ہے۔'' مانچسٹر کی ایک فیکٹری کے انتظامی شریک سمتھ سے کہا: ''ہم (اس 'ہم' سے اُس کی مراد اُس کے وہ ''مزدور'' ہیں جو ''ہمارے'' لیے کام کرتے ہیں) کھانے کا وقفہ کئے بغیر اس لیے کام کئے جاتے ہیں کہ $10\frac{1}{2}$ گھنٹے کا کام شام 4:30 پر ہی ختم کرلیا جائے، اور اس کے بعد کا سارا کام مقررہ اوقات سے زیادہ ہے۔[40] (کیا مسٹر سمتھ صاحب خود ان $10\frac{1}{2}$ گھنٹوں کے دوران کوئی کھانا نہیں کھاتے؟)'' ہم (سمتھ صاحب پھر سے گویا ہوتے ہیں) شام چھ بجے سے قبل شاذ ہی کام چھوڑتے ہیں (وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ ''ہماری'' وقتِ محن خرچ کرنے والی مشین) تاکہ ہم (یعنی وہی مزدور) سارا سال مقررہ وقت سے زیادہ کام کرتے رہیں.....۔ ان تمام بچوں اور جوانوں کے لیے (152 بچے اور نوجوان اور 140 بالغ) گزشتہ 18 مہینے کا کام اوسطاً 7 دن اور 5 گھنٹے یا $78\frac{1}{2}$ گھنٹے فی ہفتہ بنتا ہے۔ اس سال 2 مئی 1862 کو ختم ہونے والے باقی چھ ہفتے کی اوسط اس سے بھی زیادہ، یعنی آٹھ دن یا پھر 84 گھنٹے فی ہفتہ بنتی ہے۔'' اب بھی یہی مسٹر سمتھ صاحب جو اس قدر شریفانہ انداز اختیار کئے ہوئے ہیں مسکراتے ہوئے کہتے ہیں: ''مشین کا کام کوئی بڑا کام نہیں ہے''۔ اسی طرح بلاک پرنٹنگ کے مالکان کہتے ہیں: ''مشینی محن کی نسبت دستی محن زیادہ صحت مندانہ ہے۔'' مجموعی طور پر مالکان اس تجویز کی نفرت سے مخالفت کرتے رہے ہیں کہ ''مشین کو کم از کم کھانے کے اوقات میں [ضرور] بند رکھا جائے''۔ بارو کے مقام پر

ایک وال پیپر بنانے والی فیکٹری کا منیجر مسٹر اوٹلے کہتا ہے: ''وہ [قانونی] دفعہ ہمارے لیے نہایت موزوں ہوگی جو ہمیں صبح 6 بجے سے شام 9 بجے تک کام کرنے کی اجازت مرحمت کردے (!) بالکل ٹھیک لیکن فیکٹری کے اوقات کار صبح 6 بجے سے شام 6 بجے تک ہمارے لیے موزوں نہیں ٹھہرتے۔ ہماری مشین کھانے کے اوقات میں ہمیشہ بند رہتی ہے۔ (کتنی بڑی عنایت ہے!) کہنے کو تو نہ کوئی کاغذ ضائع ہوتا ہے اور نہ رنگ استعمال میں آتا ہے۔'' وہ ہمدردانہ انداز میں کہے چلا جاتا ہے: ''لیکن میں یہ بات تو سمجھ سکتا ہوں کہ وقت کا ضیاع قابلِ برداشت نہیں ہوتا۔'' کمیشن بڑی سادگی سے رائے زنی کرتی ہے کہ کچھ ''بڑے کارخانوں'' کو درپیش وقت کے ضیاع کا خطرہ، یعنی اُس وقت کے ضیاع کا جس کے دوران دوسروں کا محن حاصل کیا جاتا ہے اور اس بنا پر اپنا نفع کھودینا کوئی ایسی معقول وجہ نہیں کہ 13 سال سے چھوٹے بچوں اور 18 سال سے چھوٹے نوجوانوں کو 12 سے 16 گھنٹے تک کے لیے کام کرنے کی اجازت دی جائے کہ وہ اپنا کھانا بھی نہ کھا سکیں، نہ ہی اس کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ انہیں یہ اس طرح دیا جائے جیسے پیداواری عمل میں آلات محن کے معاون مواد کے بطور بھاپ کے انجن کو پانی اور کوئلہ مہیا کیا جاتا ہے؛ یا صابن اون کو؛ یا پہیوں کو تیل دیا جاتا ہے۔41

جیسا سلطنتِ روما کے شعرا کے مطالعے سے پتا چلتا ہے انگلستانی صنعت کی (ہم اُن کارخانوں کو زیرِ بحث نہیں لائے جن میں روٹی بنانے کا مشینی طریقہ حال ہی میں متعارف ہوا ہے) کسی بھی شاخ میں پیداوار کا اتنا فرسودہ اور اتنا قبل از مسیح کے زمانے کا نظام اِس وقت مروج نہیں جتنا نانبائی کے کام میں ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ سرمایہ ابتدا میں عملِ محن کے تکنیکی خاصے کے بارے اتنا غرض مند نہیں ہوتا تھا، اِس [سرمائے] نے تکنیکی عنصر کو جیسا پایا ویسا ہی اختیار کرلیا۔

روٹی میں کی جانے والی ناقابلِ یقین ملاوٹ جس میں لندن خاص [طور پر قابلِ ذکر] ہے اُس کا انکشاف سب سے پہلے ہاؤس آف کامنز کمیٹی کی ''خوراک کی جملۂ مصنوعات میں ملاوٹ'' رپورٹ (56-1855)؛ اور ڈاکٹر ہیزل کی کتاب ''ملاوٹ کی نشان دہی''42 میں کیا گیا۔ ان انکشافات کا نتیجہ 6 اگست 1860 کے قانون ''اشیائے خورد و نوش میں ملاوٹ کی روک تھام'' کی صورت میں برآمد ہوا۔ لیکن یہ ایک بے اثر قانون ہے، ظاہر ہے اس لئے کہ یہ ہر اُس آزاد تاجر کے ساتھ لچک کی گنجائش رکھتا ہے جو ملاوٹ شدہ چیزوں کی خرید و فروخت سے ''ہر پیسہ ایمان داری سے کماتا ہے۔''43 کمیٹی نے قریب قریب بچگانہ انداز میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ ''آزاد تجارت'' سے مراد درحقیقت ملاوٹ کی تجارت ہے یا جس طرح انگریز بڑے باذہانت انداز میں انہیں ''نفیس'' اشیا کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی لفظی شعبدہ بازی Protagoras سے بھی زیادہ یہ علم رکھتی ہے کہ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کیسے کیا جاسکتا ہے؛ اور Eleatics الیائی [فلسفیوں] سے بھی زیادہ جانتی ہے کہ اس

دنیا کی ہر چیز محض ہماری آنکھوں کے سامنے ظواہر ہی ہے۔[44]

ہر موقعے پر کمیٹی نے عوام کی توجہ اُن کی ''روزانہ کی روٹی'' کی جانب مبذول کروائی ہے چنانچہ بیکریوں کی مکمل تجارت کی جانب بھی۔ساتھ ہی ساتھ عوامی جلسوں اور پارلیمنٹ میں پیش کی جانے والی درخواستوں میں بھی لندن کے جرنیمین نانبایوں کے کثرتِ کار وغیرہ کے خلاف نعرے بازی کی گئی ہے۔یہ نعرے اتنے بلند تھے کہ مسٹر ایچ.ایس.ٹریمن ہیری (جو اُس 1863 والی کمیشن کا رُکن بھی تھا جس کا بار ہا ذکر آچکا ہے) کو تفتیش کا رائل کمشنر مقرر کر دیا گیا۔اس کی رپورٹ [45] نے شہادتوں کے ساتھ مل کر عوام کے دل کو تو حرکت نہ دی البتہ اُن کے پیٹ ضرور متحرک کر دیے۔انگریز جو بائبل کی جان کاری میں ہمیشہ آگے رہے ہیں اس بات کو بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ انسان کو_ یہ الگ بات ہے کہ وہ خوش قسمتی سے کوئی سرمایہ دار، یا زمیندار یا پھر بے کام کے عہدے کا تنخواہ دار ہو_ اس کے لئے حکم ربی ہے کہ اپنی روٹی محنت سے کمائے، لیکن وہ اس بات سے آگاہ نہیں ہیں کہ اُس کو روزانہ اپنے کھانے کے ساتھ تھوڑا سا انسانی پسینہ جس میں پیپ، مکڑی کے جالے، مردہ بھنورے اور عفونت خیز جرمن خمیر بھی کھانا پڑتا ہے۔رہی پھٹکڑی، ریتا، اور دوسری قابلِ برداشت دھاتیں، تو ان کی آمیزش باقی چیزوں کے علاوہ ہے۔چنانچہ آزاد تجارت کے تقدس کا پاس رکھے بغیر نان بایوں کی آزاد تجارت کو سرکاری انسپکٹروں کی نگرانی میں لے لیا گیا (1863 کے پارلیمانی سیشن کے اختتام پر) اور پارلیمنٹ کے اسی قانون کے تحت رات 9 بجے سے لے کر صبح 5 بجے تک 18 سال سے کم عمر کے جرنیمین نان بایوں کے لیے کام کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔[رپورٹ کی] آخری دفعہ پرانے طرز کی اس گھریلو اندازِ تجارت میں کثرتِ کار کی موجودگی کے بارے بہت کچھ بتاتی ہے۔

''لندن کے ایک دوسروں کے لئے کام کرنے والے [جرنیمین] نان بائی کا کام عموماً رات کے تقریباً 11 بجے شروع ہوتا ہے۔رات کے ان اوقات میں وہ خمیر تیار کرتا ہے_ خمیر تیار کرنا ایک ایسا مشقت طلب کام ہے کہ جس پر آدھے سے پون گھنٹہ تک خرچ آتا ہے جس کا دارومدار پتیرے (batch) کی مقدار اور اس پر لگنے والے محن پر ہے۔پھر وہ آٹا گوندھنے والے تختے پر لیٹ جاتا ہے یہ تختہ خمیر گوندھنے والے ناند کے ڈھکنے کا کام بھی دیتا ہے اس کے نیچے ایک چاندنی بھی ہوتی ہے جس سے وہ بچھونے کا کام لیتا ہے؛ ایک دوسری چاندنی سے وہ تکیے کا کام لیتا ہے، وہ تقریباً دو گھنٹے کی نیند لیتا ہے۔اس کے بعد وہ پانچ گھنٹے کے لیے تھکا دینے والے اور تیز کام میں جُت جاتا ہے_ کبھی خمیر کو باہر کھینچتا ہے، کبھی اس کو آٹے سے توڑ کر الگ کرتا ہے، کبھی اس کو گوندھتا ہے، کبھی بھٹی میں رکھتا ہے پھر ان کے رول بناتا ہے اور عمدہ ڈبل روٹیاں تیار کرتا ہے؛ پھر تیار شدہ ڈبل روٹیوں کو بھٹی سے باہر نکال کر ان کو دکان کی زینت بناتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ایک بیکری کا درجہ حرارت 75 ڈگری سے لے کر 90 ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔قدرے چھوٹی بیکریوں میں تو اس سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔جب ڈبل روٹی اور رول

وغیرہ بنانے کا کام ختم ہو جاتا ہے تو اس کی ترسیل شروع ہوتی ہے۔ اور اس پیشے سے متعلقہ پھیری والوں کی ایک معقول تعداد رات کی سخت محنت کے بعد (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے) دن کے اوقات میں بھی روٹی والی ٹوکریاں اٹھائے ہوئے، یا پہیوں والی ریڑھیاں گھسیٹتے ہوئے گھنٹوں پیدل چلتے ہیں۔ اور بعض وقت واپس بیکری میں آ جاتے ہیں؛ کام کو سال کے موسم کے حساب سے، یا پھر اپنے مالک کی طرف سے ذمے لگائے گئے کام کی نوعیت اور مقدار کے حساب سے دوپہر 1 بجے سے شام 6 بجے کے درمیان کسی بھی وقت چھوڑتے ہیں۔ جب کہ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو بیکری میں آ کر شام تک مزید روٹیاں تیار کرتے ہیں۔ 46.... جب ''لندن کا سیزن'' شروع ہوتا ہے تو اس دوران میں وہ کارکنان جو شہر کے مغربی حصے سے تعلق رکھنے والے کُل قیمتی نان بایوں میں شمار ہوتے ہیں؛ عام طور پر کام کا آغاز رات 11 بجے کرتے ہیں اور ایک یا دو چھوٹے چھوٹے آرام کے وقفوں کے علاوہ (جو بہت ہی قلیل ہوتے ہیں) اگلے دن آٹھ بجے تک اپنے کام میں جُٹے رہتے ہیں۔ پھر وہ اگلا سارا دن چار، پانچ، چھ، بعض وقت سات بجے تک بھی روٹیاں باہر لاتے رہتے ہیں؛ اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ بسکٹوں کی تیاری میں مدد کے لیے شام کے وقت بیکری میں واپس بھی آ جاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنا کام ختم کر چکتے ہیں تو ممکن ہے کہ اُن کے پاس سونے کے لیے پانچ چھ گھنٹے بچ جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف چار گھنٹے ہی بچیں۔ اکثر جمعوں کو وہ کام کا آغاز جلد ہی کر دیتے ہیں، غالباً 10 بجے کے قریب اور بعض وقت کام اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ان کو ہفتے کی رات آٹھ بجے تک کام کرنا پڑتا ہے لیکن اکثر اوقات اتوار کی شام 4 یا 5 بجے تک کام ہوتا رہتا ہے۔ اتواروں کو تمام ملازمین کے لیے کہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ دن میں دو تین چکر لگا لیں تاکہ اگلے دن کے لیے روٹی کی تیاری کے لیے پیش بندی کی جا سکے۔.... جن لوگوں کو کم قیمت روٹیاں بیچنے والے مالکان نے (جو اپنی روٹی کو کُل قیمت سے کم پر بیچتے ہیں، اور جن کی ماقبل ہی نشاندہی ہو چکی ہے؛ جو لندن کے نان بایوں کا تین چوتھائی ہیں) ملازم رکھا ہوتا ہے ان کو نہ صرف اوسطاً زیادہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے بلکہ ان کا کام بھی بیکری کے اندر ہی محدود رہتا ہے۔ کم نرخ پر فروخت کرنے والے مالکان عموماً اپنی روٹیاں.... دکان پر بیچتے ہیں۔ اگر وہ ان کو باہر بھیج دیں جو عام رجحان نہیں ہے سوائے موم بتیاں بنانے والے کی دکان پر؛ تو وہ [مالکان] عموماً اس مقصد کے لیے دوسروں کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ اُن کا کام روٹیوں کو گھر گھر لیے پھرنا نہیں ہے۔ ہفتے کے اختتام پر مزدور کام کا آغاز رات کے 10 بجے کرتے ہیں اور ماسوائے تھوڑے سے توقف کے ہفتہ کو رات گئے تک کام کرتے رہتے ہیں۔'' 47

بورژوا سوچ رکھنے والا شخص بھی ''کم نرخوں'' والے مالکان کی پوزیشن کو سمجھ سکتا ہے۔ ''لوگوں کے جسِ محن کی ادائیگی نہیں کی جاتی اس کو ہر اس جگہ پر ذریعہ بنایا جاتا ہے جس جگہ مقابلہ ہو۔'' 48 اور ''پورے نرخ'' والے نانبائی

اپنے مدِ مقابل کارخانہ دار پر غیر ملکی محن چور اور ملاوٹ کے الزام لگاتے ہیں۔''اب وہ پہلے تو عوام کو دھوکا دے کر، پھر اپنے مزدوروں سے 12 گھنٹے کی اجرت میں 18 گھنٹے کام لے کر اپنا وجود بنائے ہوئے ہیں۔''49

ڈبل روٹی میں ملاوٹ اور ڈبل روٹی کو اس کی اصل قیمت سے کم پر بیچنے والے بھٹیاروں کے طبقے کا وجود اٹھارویں صدی کے آغاز میں ظاہر ہوا؛ یعنی اس وقت سے جب اجتماعی تجارت کے رجحان کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور سرمایہ دار آٹے کی مِل یا آٹے کی فیکٹری چلانے والے کی شکل میں برائے نام نان بائیوں کی پشت پر ظاہر ہوا۔50 شعبۂ ھٰذا میں سرمایہ دارانہ پیداواری نظام کا آغاز اسی طرح ہوا اور دیہاڑی کی لامحدود طوالت اور رات کے محن کا بھی، اگرچہ آخرالذکر خود لندن میں 1824 سے مضبوط بنیادوں پر استوار رہا۔51

مندرجہ بالا گفتگو کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کمیشن کی رپورٹ دوسروں کے لئے کام کرنے والے نان بائیوں کو ان مزدوروں میں شامل کرتی ہے جو خوش قسمتی سے مزدور پیشہ بچوں کی طرح نہیں جن میں سے ہر دسواں جلد ہی مر کھپ جاتا ہے اور جو شاذ و نادر 42 سال کی عمر تک پہنچ پاتا ہے۔تاہم نان بائیوں کے پیشے میں ہمیشہ نئے ملازمین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔محن کی ان قوتوں کی لندن تک کی رسائی کے وسیلوں میں سکاٹ لینڈ، انگلستان کے جنوبی زراعتی علاقے اور جرمنی شامل ہیں۔

60-1858 کے سنین میں دوسروں کے لئے کام کرنے والے نان بائیوں نے اپنے خرچے خود برداشت کرتے ہوئے آئرلینڈ میں راتوں اور اتوار کے دن ہونے والے کام کے خلاف احتجاجی جلسوں کا اہتمام کیا۔آئرلینڈ کے عوام نے مئی 1860 میں ڈبلن میں ہونے والے احتجاج میں عوامی جوش وخروش سے حصہ لیا۔اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ویکس فورڈ، کیل کینی، کلومل اور واٹرفورڈ وغیرہ میں صرف دن کی شفٹ چلا دی گئی۔''لائم رِک میں جہاں پر پھیری والے اپنی شکایات کی بنا پر انتہا پسند ثابت ہوئے وہاں پر مالک نان بائیوں کی سخت مخالفت کی وجہ سے تحریک ناکام ہوگئی، ان میں سب سے طاقت ور حریف مِل والا نان بائی ثابت ہوا۔لائم رِک کی مثال سے اینس اور ٹپی ریری میں جاری تحریکوں کو بھی نقصان پہنچا۔کورک جہاں پر محسوسات کا شدید ترین اظہار دیکھنے کو ملا وہاں پر مِل کے مالکان نے ملازمین کو نوکریوں سے برخواست کرنے کا حق استعمال کرتے ہوئے تحریک کو شکست دے دی۔ڈبلن میں سرکردہ نان بائیوں نے اس تحریک کے آگے ہر ممکن مخالفت کھڑی کی اور تحریک کے حلیف پھیری والوں کی مرضی کے برخلاف، اتوار کے دن کو اور راتوں کو کام کرنے پر رضامند کرانے میں کامیاب ہو گئے۔52

انگریز حکومت کی کمیٹی نے، اور یہ ایک ایسی حکومت ہے جو آئرلینڈ میں پوری طرح اسلحے کے زور پر حکمران ہے اور عام حالات میں اپنی طاقت دکھانا جانتی ہے، اس نے ڈبلن، لائم رِک اور کورک وغیرہ کے ڈھیٹ مالک نان

بائیوں کی سرزنش کرتے ہوئے بڑے نرم اور رونے انداز میں کہا ہے: ''کمیٹی کا یقین ہے کہ محن کے اوقات قوانینِ فطرت کے تحت ہی محدود ہیں، جن کی خلاف ورزی سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ کہ مالک نان بائی کا اپنے ماتحت کو ملازمت سے برطرفی کی دھمکی دے کر اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اپنے مذہبی عقائد اور بہتر محسوسات کو ٹھکرا دے (یہ سب باتیں اتوار کے محن سے متعلق ہیں) مالکان اور ملازمین کی باہمی چپقلش اور کدورت کا باعث بنے گا اور ایک ایسی مثال رقم ہوگی جو مذہب، اخلاقیات، اور سماجی ڈھانچے کے لیے خطرناک ہوگی۔..... کمیٹی کا اس بات پر بھی یقین ہے کہ ایک دن میں مسلسل 12 گھنٹے سے زیادہ کسی قسم کا کام بھی مزدور کی گھریلو اور نجی زندگی پر زَد لگاتا ہے جس سے تباہ کن اخلاقی نتائج کا اندیشہ رہتا ہے اور فرد کے اُن فرائض پر بھی زَد آتی ہے جو بیٹے، بھائی، شوہر، اور باپ کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتے ہیں۔ 12 گھنٹے سے تجاوز کرتا ہوا کام اُس کی صحت پر بھی مضر اثرات چھوڑتا ہے جس سے قبل از وقت بڑھاپا اور جواں سال موت کا احتمال بھی رہتا ہے۔ اس سے مزدور کے عیال داروں کو سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، پس اہلِ کنبہ اس وقت اس مزدور کی کفالت سے محروم ہو جاتے ہیں جب ان کو اس کی سرپرستی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔''[53]

اب تک ہمارا موضوع آئر لینڈ رہا ہے۔ اس آبنائے کے اُس پار یعنی سکاٹ لینڈ میں ہل چلانے والا زراعتی مزدور ناسازگار موسم میں 13 سے 14 گھنٹے کے کام اور علاوہ اتوار کو 4 گھنٹے کے اضافی کام کے خلاف احتجاج کرتا ہے؛ (ایسے فرقے کے علاقے میں جو اتوار کے دن کام کو حرام سمجھتا ہے)[54] جبکہ اس کے ساتھ ساتھ لندن کے کرونر coroner کی جیوری کے سامنے ریلوے سے متعلق تین آدمی پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک گارڈ ہے، دوسرا انجن چلانے والا اور تیسرا سگنل دینے والا۔ ریل کے ایک شدید حادثے کی وجہ سے سینکڑوں افراد واصلِ عدم ہو چکے ہیں۔ ملازمین کی سُستی اس حادثے کی وجہ قرار دی گئی ہے۔ جیوری کے روبرو ان سب کا ایک ہی کہنا ہے کہ دس بارہ سال قبل ان کا کام روزانہ آٹھ گھنٹے میں ختم ہو جاتا تھا۔ لیکن حالیہ پانچ چھ سال میں یہ اس سے تجاوز کر کے 14، 18 اور 20 گھنٹے تک پہنچ چکا ہے؛ ملازمین کے چھٹیاں گزارنے کے زمانے میں ہجوم کی وجہ سے اور تفریحات کے زمانے میں تو یہی ڈیوٹی کسی وقفے کے بغیر 40 اور 45 گھنٹے تک جاری رہتی ہے۔ آخر کار وہ عام انسان ہیں نہ کہ جنات۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ ان کی کام کرنے کی سکت جاتی رہتی ہے، ان پر غنودگی طاری ہو جاتی ہے، دماغ کام کرنا بند کر دیتا ہے اور آنکھیں بند ہونے لگتی ہیں۔ انتہائی ''قابلِ احترام'' برطانوی ارکانِ جیوری نے یہ حکم نامہ صادر کیا کہ ان کو قتلِ انسانی کے جرم میں سپردِ عدالت کیا جائے اور اپنے حکم نامے میں ذرا نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے یہ نیک امید بھی ظاہر کی کہ ریلوے کے سرمایہ دار سرکردگان مستقبل میں کافی مزدور رکھنے کا بندوبست کریں گے اور تنخواہ دار مزدوروں کو خرچ کرنے میں پہلے کی نسبت زیادہ کنجوس،

زیادہ محتاط اور زیادہ کفایت شعار ثابت ہوں گے۔[55]

مزدوروں کی بھانت بھانت کی اقسام میں جن میں ہر پیشے، ہر عمر اور ہر جنس کے مزدور شامل ہیں اور جو ہمیں Ulysses کے مقام پر ذبح ہونے والے لوگوں سے زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ان کی بغلوں میں دبی ہوئی نیلی کتابوں سے قطع نظر کر کے جن کے چہروں پر ہم ایک اچٹتی سی نظر ہی میں کثرتِ کار کی نشانیاں دیکھ سکتے ہیں؛ اُن میں سے ہم دو مزید مثالیں لیتے ہیں جن کے باہمی تجزیے سے یہ ثابت ہو گا کہ سرمائے کے سامنے سب انسان برابر ہیں چاہے وہ لباس بنانے والا ہو یا لوہار ہو۔

جون 1863 کے آخری ہفتے میں لندن کے تمام روزناموں میں ایک اقتباس درج ذیل سنسنی خیز شہ سرخی کے ساتھ شائع ہوا ''کثرتِ کار کی وجہ سے موت''۔اس میں کپڑے بنانے والی کی موت کا ذکر تھا Mary Anne Walkley جو 20 سال پہلے ایک انتہائی ممتاز ملبوسات ساز ادارے میں ملازم ہوئی۔اس ادارے کی استحصالی مالکن کا ''پیارا'' نام Elise تھا۔یہ کئی بار کہی گئی کہانی ہے[56] جس کو ایک بار پھر دوہرایا جا رہا ہے۔یہ لڑکی اوسطاً $16\frac{1}{2}$ گھنٹے روزانہ کام کرتی تھی اور تیزی کے اوقات میں بنا رُکے اکثر 30 گھنٹے۔جب وہ تھک جاتی تو تھکن کو دور کرنے کے لیے اس کو کبھی کبھار شراب، وہسکی، اور کافی میسر آتے۔اب کام کی تیزی کا زمانہ شروع ہو چکا تھا۔اب یہ ضروری تھا کہ امراء کی خواتین کے لیے پلک جھپکتے میں نفیس وزیبا لباس تیار کئے جائیں۔ان عورتوں کو نئی درآمد شدہ شاہ زادی ویلز Princess of Wales کے ساتھ اعزاز کے طور پر شریکِ رقص ہونا تھا۔ Mary Anne Walkley ساٹھ دوسری لڑکیوں کے ساتھ مل کر $26\frac{1}{2}$ گھنٹے تک کام کرتی رہی، ان میں سے 30 لڑکیاں ایک کمرے میں تھیں جس میں ان کے لیے $\frac{1}{3}$ مکعب فٹ تازہ ہوا داخل ہوتی۔رات کے وقت دو دو لڑکیاں ایک ایسے تنگ و تاریک کمرے میں سوتیں جس کو تختوں کی مدد سے ایک دوسرے سے جدا کیا گیا تھا۔[57] اور یہ لندن کا ایک بہترین ملبوسات ساز ادارہ تھا۔Mary Anne Walkley جمعہ کے روز بیمار پڑی اور اتوار کو چل بسی اور میڈم ایلیس کے لیے حیران کن بات یہ تھی کہ وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر ہی مرگئی۔ڈاکٹر مسٹر کیز کو بسترِ مرگ پر دیر سے بلایا گیا۔اس نے علاقائی عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا ''Mary Anne Walkley کے مرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دیر تک ایک پُر ہجوم کمرے میں کام کرتی رہی اور جس کمرے میں سوتی تھی اس میں ہوا کی آمد و رفت کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔'' ڈاکٹر کو اعلیٰ اخلاقیات کا درس دینے کے لیے کارونر کی جیوری coroner's jury نے یہ حکم نامہ صادر کیا کہ: ''مریضہ کی موت کی وجہ اصل میں مرگی کا دورہ ہے؛ لیکن یہ خدشہ بھی بہر حال موجود ہے کہ اس کی بیماری کی وجہ ایک پُر ہجوم کمرے میں کام کی زیادتی وغیرہ بھی ہو سکتی ہے۔'' آزاد تجار Cobden اور

Bright کا ترجمان روزنامہ 'Morning Star' میں یہ غل بپا ہوا: ''ہمارے سفید غلام؛ ہمارے وہ سفید غلام جو کام کرتے کرتے قبر میں اُتر جاتے ہیں عموماً سوکھتے سوکھتے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔'' 58

''کثرتِ کار سے موت کے گھاٹ اُترنا محض لباس ساز اداروں کے کمروں تک ہی محدود نہیں بلکہ ایسے مواقع ہزار ہا دیگر مقامات پر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں؛ میں یہ بات بارہا کہہ چکا ہوں کہ ایسی جگہوں پر کاروبار کی تیزی عروج پر ہوتی ہے۔.....اس سلسلے میں ہم لوہار کی مثال پیش کریں گے۔ اگر شعراء سچے ہوتے تو لوہار جیسا خوش دل اور خوش باش آدمی اور کوئی نہ ہوتا۔ وہ صبح سویرے اٹھتا ہے اور سورج نکلنے سے قبل ہی اپنی بھٹی تپا لیتا ہے، وہ اس قدر کھاتا پیتا اور سوتا ہے کہ کوئی شخص بھی اس کام میں اُس کے مقابل نہیں آتا۔ اگر جسمانی حوالے سے دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ کام کے اعتدال کی رو سے معاشرے کے عمدہ ترین طبقے میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم اُس کا مشاہدہ کرنے کے لئے کسی شہر یا قصبے میں نکلتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس جفاکش آدمی پر کام کا کتنا بوجھ ہے؛ پھر یہ کہ ملک کی شرح اموات میں اس کا کیا مقام ہے۔ میرل بون Marylebone میں سالانہ ہزار میں سے اوسطاً 31 لوہار لقمۂ اجل بن جاتے ہیں مطلب یہ کہ مجموعی طور پر ملک کے غریب نوجوان جس اوسط سے مرتے ہیں اُن سے بقدر 11 زیادہ۔ اُس کا پیشہ اس قدر جبلی ہے کہ انسانی فن کا حصہ معلوم ہوتا ہے؛ اور صنعتِ انسانی کی شاخ کی حیثیت سے ناقابلِ اعتراض ہے؛ اور یہ محض کثرتِ کار کی وجہ سے انسانی زندگی کا ضیاع کار بن جاتا ہے۔ وہ ایک دن میں اتنی تعداد میں ضربیں لگا سکتا ہے، اتنے قدم چل سکتا ہے، اِتنے سانس لے سکتا ہے، کام کی اتنی مقدار پیدا کر سکتا ہے، اور یوں کہہ لیں کہ وہ اوسطاً 50 سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ مگر اس کو معمول سے اس قدر اضافی ضربیں لگانی پڑتی ہیں، اور اتنے زیادہ قدم چلنا پڑتا ہے، اور روزانہ اتنی زیادہ سانسیں لینا پڑتی ہیں کہ وہ روزانہ اپنی زندگی کے ایک چوتھائی حصے کو بڑھا لیتا [استعمال کر لیتا] ہے۔ اس کا سامنا جہدِ مسلسل سے ہوتا ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر وہ محدود عرصے میں رائس المحن سے ایک چوتھائی حصہ زیادہ کر گزرتا ہے، چنانچہ 50 کے بجائے 37 ہی سال میں مر جاتا ہے۔ 59

فصلِ چہارم:۔ دن اور رات کی محنت: ادلی بدلی کا نظام (ریلے سسٹم)

بقا پذیر سرمائے یا دوسرے لفظوں میں ذرائع پیداوار کا جائزہ اگر قدرِ زائد پیدا کرنے کے نقطۂ نظر سے لیا جائے تو پتا چلے گا کہ یہ محض محن کی تجذیب کے لیے ہی موجود ہیں، اور محن کے ہر قطرے کے تناسب سے محنِ زائد کی ایک خاص مقدار بھی۔ جب وہ اس کام کی انجام دہی میں ناکام رہیں تو صرف ان کا وجود سرمایہ دار کے لیے نسبتی

نقصان کا سبب ہے؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس دوران میں وہ معطل رہتے ہیں اس وقت بیکار سرمائے کو پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ نقصان اُس وقت قطعی طور پر حقیقی اور یقینی بن جاتا ہے جب اُن کے استعمال کے روک کی وجہ سے کام کے دوبارہ آغاز پر مزید خرچ کرنا پڑتا ہے۔ دیہاڑی کا فطری دن کی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے رات تک طویل ہو جانا محض تخفیف کنندہ کا کام سرانجام دیتا ہے۔ یہ زندہ محن کے رَت نوش اژدھے کی پیاس میں تھوڑی سی کمی کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ دن کے پورے کے پورے 24 گھنٹے کے دوران محن کا حصول ہی سرمایہ دارانہ پیداوار کا فطری رجحان ہے۔ لیکن چونکہ دن کے ساتھ ساتھ رات کو بھی ایک ہی فرد کی قوتِ محن کا استحصال ممکن نہیں چنانچہ اس جسمانی رکاوٹ پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ دن اور رات کے کام کی وجہ سے تھکنے والے مزدوروں کی باہمی ادلی بدلی کی جاتی رہے۔ یہ ادلی بدلی کئی طرح سے منظّم کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر ایسا بندوبست کیا جا سکتا ہے کہ کچھ مزدوروں کو ایک ہفتے کے لیے دن کے اوقات میں کام پر لگایا جائے اور اگلے ہفتے کے لیے رات کے اوقات میں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ادلی بدلی کا یہ نظام؛ مزدوروں کے دو حصوں کا یہ متواتر ادل بدل (Relay system) کا نظام اس وقت بڑے زوروں پر تھا جب انگلستان میں روئی کے مصنوعات کا کاروبار کو عروج تھا؛ اور فی الوقت ماسکو کے ضلع میں روئی کاتنے کی صنعت میں بھی اپنے عروج پر ہے۔ 24 گھنٹے کا یہ پیداواری عمل آج برطانیۂ عظمیٰ کی صنعتی دنیا کی کئی ایک شاخوں میں جو 'آزاد' ہیں، بطور نظام رائج ہے جیسے ڈھلائی کی بھٹیوں میں، لوہار بھٹیوں میں، پلیٹیں بنانے والے کارخانوں میں اور انگلستان، ویلز اور سکاٹ لینڈ وغیرہ کے دھات سے متعلقہ دیگر اداروں میں۔ یہاں پر وقتِ محن میں چھ دیہاڑیوں کے چوبیس چوبیس گھنٹوں کے علاوہ اتوار کے 24 گھنٹوں کا بھی ایک معتد بہ حصہ شامل ہے۔ ان کے مزدوروں میں مرد، عورتیں، نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شامل ہیں۔ بچوں اور چھوٹے افراد میں 8 (بعض صورتوں میں 6) سے لے کر 18 سال کے درمیان تمام عمر کے لوگ شامل ہیں۔ 60

ان صنعتوں کی کچھ شاخیں ایسی ہیں جن میں لڑکیاں اور عورتیں ساری ساری رات مردوں کے ساتھ مل کر کام کرتی رہتی ہیں۔ 61

رات کے محن کے مضر اثرات سے قطع نظر کرتے ہوئے 62 عملِ محن کا دورانیہ جو تسلسل کے ساتھ 24 گھنٹے متواتر جاری رہتا ہے، نارمل دیہاڑی کی حدود کو طویل کھینچنے کے مناسب ترین مواقع فراہم کرتا ہے؛ خاص طور پر ان صنعت کی شاخوں میں جن کا ماقبل ذکر کیا جا چکا ہے اور جن کا کام انتہائی تھکا دینے والا ہوتا ہے۔ سرکاری دیہاڑی کا مطلب یہ ہے کہ ہر مزدور کے لیے دن یا رات کے دوران 12 گھنٹے کام کرنا لازم ہے۔ لیکن اس مقدار سے تجاوز کرتا ہوا کثرتِ کار اکثر اوقات انگلستان کی سرکاری رپورٹ کے الفاظ میں 'واقعی دہشت ناک' بن جاتا

ہے۔63

رپورٹ میں کہا گیا ہے: ''یہ ناممکن ہے کہ ذیل کے اقتباس میں بیان کی گئی کام کی مقدار کو دیکھ کر کسی کے حلق سے یہ بات اتر جائے کہ اس کو سرانجام دینے والا 9 یا 12 سال کا ایک بچہ ہے.... تاہم ہر کوئی لازمی طور پر اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ ماں باپ اور مالکان کو اختیارات کے استعمال کی ایسی اجازت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔''64

''لڑکوں کا دن اور رات متواتر کام کرنے کا جو طریقہ یا تو عام حالات میں رائج ہے، یا پھر اُن حالات میں جب کام کا دباؤ ہوتا ہے اُس کا لازمی اندیشہ یہی ہوتا ہے کہ اُن لڑکوں سے اکثر اوقات طویل گھنٹوں کام لیا جائے۔ بعض حالات میں یہ اضافی گھنٹے لڑکوں کے لیے ظالمانہ اور نا قابلِ برداشت حد تک طویل ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ یقینی امر ہے کہ ان تمام لڑکے میں سے ایک یا زیادہ بچے کسی نہ کسی وجہ سے کام سے غائب ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آ جائے تو اُن کی جگہ پر ایک یا اس سے زیادہ ایسے لڑکوں کو کام پر لگا دیا جاتا ہے جنہوں نے دوسری باری میں کام کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ ایک جانا بوجھا نظام ہے...... جب میں نے ایک بہت بڑی رولنگ مل کے مالک سے پوچھا کہ غیر حاضر لڑکوں کی جگہ کس طرح پوری کی جاتی ہے تو اُس نے یہ کہتے ہوئے کہ 'جنابِ والا میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی' حقیقت کو تسلیم کر لیا۔''65

''ایک رولنگ مِل جس میں ڈیوٹی کا دفتری وقت صبح 6 بجے سے شام $5\frac{1}{2}$ بجے تک ہے، اس میں ایک لڑکا گزشتہ 6 ماہ سے ہفتے کے چار دن رات $8\frac{1}{2}$ بجے تک کام کرتا تھا۔ 9 سال کی عمر کے ایک اور لڑکے نے بارہ بارہ گھنٹے کی تین شفٹیں مسلسل چلائیں؛ اور جب اس کی عمر دس سال ہوئی تو اُس نے دو دن اور دو راتیں مسلسل کام کیا۔'' اور ایک تیسرا لڑکا ''جس کی عمر اب 10 سال ہے صبح 6 بجے سے رات 12 بجے تک مسلسل تین راتیں کام کرتا رہا، اور باقی راتوں میں رات 9 بجے تک۔''، ''ایک اور لڑکا جس کی عمر اب 13 سال ہے صبح 6 بجے سے اگلے دن 12 بجے سہ پہر تک کام کرتا رہا اور سارے کا سارا ہفتہ اس کو یہی معمول تھا؛ اور بعض وقت تو اُس نے اکٹھی 3 شفٹیں بھی چلائیں مثال کے طور پر سوموار کے دن سے لے کر منگل کی رات تک۔''، ''ایک اور لڑکا اب جس کی عمر 12 سال ہے Stavely کے مقام پر لوہا پگھلانے والی ایک بھٹی میں کام کرتا تھا صبح 6 بجے سے رات 12 بجے تک کام کرتا رہا وہ اِسی قاعدے کے تحت برابر دو ہفتے کام کرتا رہا کیونکہ اس سے زیادہ عرصے تک وہ کام کرنے کے قابل نہ تھا۔'' ''9 سالہ George Allinsworth پچھلے جمعے یہاں شراب بیچنے والے لڑکے کی حیثیت سے آیا اگلی صبح ہم نے 3 بجے کام کا آغاز کرنا تھا چنانچہ میں ساری رات یہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں سے رہائش کا فاصلہ پانچ میل ہے۔ بھٹی والے فرش پر سویا، پیش بند نے میرے لیے بچھونے کا کام دیا اور ایک معمولی سی جیکٹ کا اوڑھنا تھا۔ اگلے دو دن

تک بھی میں پورے 6 بجے تک یہاں پہنچتا رہا۔ ہاں یہاں گرمی بہت ہے۔ایک سال پہلے بھی میں ملک کی کسی اور فیکٹری میں اسی کام پر معمور تھا۔ وہاں بھی ہفتہ کو صبح 3 بجے ہی کام کرتا تھا۔لیکن وہ جگہ میرے گھر کے قریب تھی چنانچہ گھر ہی میں سوتا تھا۔اس کے بعد کے دنوں کو میں صبح 6 بجے ہی کام کا آغاز کرتا تھا اور شام 6 یا 7 بجے فارغ ہوتا تھا۔'' 66

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس 24 گھنٹے کے نظام کو خود سرمایہ کن معنوں میں لیتا ہے۔اس نظام کی شدید ترین انتہاؤں، یعنی دیہاڑی کو ''ظالمانہ اور ناقابلِ یقین'' حد تک طویل کھینچنے کی خامی کو عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ سرمایہ تو محض نظام کی عمومی حالت ہی کو زیرِ بحث لاتا ہے۔

لوہا ساز کارخانوں کے مالکین میسرز۔نائکر اور وِکرس جن کے ملازمین کی تعداد چھ سے سات سو کے قریب ہے؛ اور ان مزدوروں میں صرف 10% ایسے ہیں جن کی عمریں اٹھارہ سال سے کم ہیں اور اٹھارہ سال سے کم عمر کے صرف 20 لڑکے ایسے ہیں جو رات کی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں اپنے جذبات کا ذیل کے انداز میں اظہار کرتے ہیں: ''لڑکوں کو گرمی کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔ درجہ حرارت غالباً °86 سے °90 تک ہوتا ہے.... بھٹیوں اور پتریاں بنانے والے کارخانوں میں مزدور رات اور دن کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں۔مگر کام کے دیگر تمام شعبوں میں صبح 6 سے شام 6 بجے تک، دن کی شفٹیں ہی چلتی ہیں۔بھٹیوں کے اوقاتِ کار 12 بجے سے 12 بجے تک ہوتے ہیں۔ کچھ مزدور ہمیشہ رات ہی کی شفٹ میں کام کرتے ہیں جن میں دن یا رات کے کام کی تبدیلی نہیں ہوتی.....۔ جو مزدور ہمیشہ رات کے وقت کام کرتے ہیں اور جو ہمیشہ دن کے اوقات میں کام کرتے ہیں ہمیں اُن کی جسمانی صحتوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔اور یہ بھی اغلب ہے کہ لوگ اس صورت میں بہتر نیند لے سکتے ہوں اگر ان کے آرام کرنے کے اوقات کو بدلنے کے بجائے وہی رکھا جائے.....اٹھارہ سال سے کم عمر کے تقریباً 20 بچے رات کی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں..... رات کا کام اٹھارہ سال سے کم عمر بچوں کے بغیر ٹھیک طور پر نہیں چلتا۔ پیداواری لاگت میں اضافہ اس پر اعتراض ہوسکتا ہے......۔ ہر شعبے سے متعلقہ ہنر مند افراد اور سربراہان کا ملنا مشکل ہوتا ہے لیکن لڑکے ہر تعداد میں مل جاتے ہیں.....لیکن لڑکوں کا وہ چھوٹا تناسب جس میں ہم انہیں نوکر رکھتے ہیں اس کی لحاظ سے (رات کے کام پر لگائی جانے والی پابندیوں کا) یہ معاملہ ہمارے لیے انتہائی کم اہمیت کا حامل ہے۔'' 67

''میسرز جان براؤن اینڈ کو'' نامی ایک فولاد اور سٹیل ساز فرم میں 3,000 جوانوں اور بچوں پر مشتمل ملازمین بھرتی ہیں۔اس مِل کا ایک شعبہ جس میں لوہے اور وزنی سٹیل کا کام ہوتا ہے ریلے سسٹم (ادلی بدلی کے نظام) کے تحت دن رات جاری رہتا ہے۔اس کے بارے میں مسٹر۔جے۔ایلس کا کہنا ہے: ''کہ سٹیل کے وزنی

کاموں میں بیس یا چالیس آدمیوں کی مدد کے لیے ایک یا دو لڑکوں کو تعینات کرنا پڑتا ہے۔''اس مقصد کے تحت 18 سال سے کم عمر 500 سے زیادہ لڑکے بھرتی کئے جاتے ہیں اوران 500 لڑکوں میں سے تیسرا حصہ یا 170 بچے 13 سال سے کم عمر کے ہیں۔قانون میں مجوزہ ترامیم کے بارے میں مسٹر ایلس کا کہنا ہے کہ:''میرا نہیں خیال کہ اس بات پر اعتراض کیا جائے کہ 18 سال سے کم عمر کا کوئی لڑکا بھی 24 میں سے بارہ گھنٹے سے زیادہ کام نہ کرے۔ لیکن میرے خیال میں ہم 12 سال سے زیادہ عمر کی کوئی ایسی حد مقرر نہیں کر سکتے جس میں لڑکے رات کے کام سے مستثنیٰ قرار دیے جا سکیں۔لیکن جن لڑکوں کو رات کی شفٹ کے لیے ملازم رکھا جاتا ہے عنقریب ہمیں 13 سال سے کم حتیٰ کہ 14 سال تک کی عمر کے لڑکوں کو ملازم رکھنے سے بھی روکا جانا چاہیے۔جو لڑکے دن کی باریوں میں کام کرتے ہیں انہیں رات کی باریوں میں بھی کام کرنا چاہیے کیونکہ مرد صرف رات کے اوقات ہی میں کام نہیں کر سکتے، یہ بات ان کی صحت کو تباہ کر دیتی ہے.....تاہم ہمارا یہ خیال ہے کہ ایک ایک ہفتے کے فرق کے ساتھ رات کے اوقات میں کام کرنا مضر نہیں ہوتا۔(جبکہ میسرز نیلر اور وِکر صاحبان نے اپنے کاروباری فائدے کو مدِنظر رکھتے ہوئے رائے قائم کی ہے کہ ہو سکتا ہے بدل بدل کر جاری رہنے والا رات کا کام مسلسل چلنے والے رات کے کام سے زیادہ مضر ہو۔)ہمیں ایسے آدمی بھی مل جاتے ہیں جو صرف رات ہی کی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں بالکل اُن آدمیوں کی طرح جو صرف دن ہی کو کام کرتے ہیں.....18 سال سے کم عمر کے لڑکوں سے رات کا کام کروانے پر ہمارا اعتراض محض اسی وجہ سے ہے کہ اس طرح اخراجات بڑھ جاتے ہیں،لیکن وجہ بھی یہی ایک ہے۔(کیا انسان دشمن احمقانہ پن ہے!)ہمارا گمان ہے کہ اخراجات میں اضافہ تجارت سے زیادہ ہوگا۔اگر تجارت کامیابی کے ساتھ چلتی رہے تو خرچ کے اس اضافے کو انتہائی اچھے طریقے سے برداشت کر سکتی ہے۔(کتنی چٹخارے دار شوخیانہ بات ہے!)یہاں پر محن کی پہلے ہی کمیابی ہے اگر ایسا قانون لاگو کر دیا گیا تو اور کم پڑ جائے گی۔''(مثال کے طور پر ایلیس براون اینڈ کو ہی اس تکلیف دہ الجھن کا شکار ہو جائے کہ انہیں مزدوروں کو پوری دیہاڑی دینا پڑے گی۔)68

'میسرز کیملز اینڈ کو' کی فیکٹری "Cyclops Steel and Iron Works" بھی اتنے ہی بڑے پیمانے پر کام کرتی ہے جتنی کہ متذکرہ بالا 'جان براون اینڈ کو' کی فرم تھی۔اس فرم کے مینجنگ ڈائریکٹر نے تحریری گواہی حکومتی کمشنر مسٹر وہائٹ کے حوالے کی۔لیکن بعدازاں جب یہ مسودات اُن کو نظرِ ثانی کے لیے مہیا کئے گئے تو یہ دبا لیے گئے۔تاہم مسٹر وہائٹ کی یادداشت خاصی اچھی تھی۔اسے یہ بات اچھی طرح یاد تھی کہ .Messrs Cyclops کے لیے بچوں اور جوانوں کا منع کیا گیا رات کا محن ''قطعی ناممکن رہے گا،یہ ان کا کاروبار بند کرنے کے مترادف ہوگا''،حالانکہ اُن کے کارخانے میں 18 سال سے زیادہ عمر کے لڑکوں کی تعداد 6% سے کچھ ہی زیادہ ہے

اور تیرہ سال سے کم عمر لڑکے تو 1% سے بھی کم ہیں۔69

"سینڈرسن برادرز اینڈ کو" نامی ایک مل جس میں فولاد اور لوہے کا ساز و سامان اور پتریاں وغیرہ بنتی ہیں؛ اس مل سے متعلقہ ایک شخص Mr. E. F Sanderson اسی مسئلے پر اظہارِ خیال کرتے ہیں: ''اگر 18 سال سے کم عمر کے لڑکوں کو رات کے وقت کام سے روک دیا جائے تو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر ہم لڑکوں کی جگہ آدمیوں کو ملازم رکھیں تو سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوگا کہ اخراجات بڑھ جائیں گے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا برآمد ہوگا؛ لیکن اس عمل سے کارخانہ دار کے لیے یہ بات ممکن نہ ہوگی کہ وہ سٹیل کی قیمتوں میں اضافہ کر دے۔ نتیجتاً یہ اخراجات اُن ہی کو برداشت کرنا پڑیں گے، کیونکہ مزدور یقیناً (کس عجیب بھیجے کے حامل یہ لوگ ہیں!) اس کی اجرت ادا کرنے سے انکار کر دیں گے۔'' Mr. Sanderson یہ نہیں جانتے کہ ان بچوں کو کتنی اُجرت ادا کی جاتی ہے، لیکن ''غالباً چھوٹے لڑکوں کو 4 یا 5 شلنگ فی ہفتہ دیا جاتا ہے.....ان بچوں کو ایسا کام دیا جاتا ہے جو عموماً (واقعی عموماً، نہ کہ ہمیشہ) اُن کی قوت کے مطابق ہوتا ہے؛ اور نتیجتاً بڑوں کی اضافی قوت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا جو اُس نقصان کو پورا کرے، اس کی ضرورت تو محض اُن چند صورتوں ہی میں پڑے گی جب دھاتیں زیادہ وزن دار ہوں گی۔ وہ اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ اُن کے ماتحت چند لڑکے نہ ہوں کیونکہ آدمی کم تابعدار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ لڑکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہنر سیکھنے کے لیے چھوٹی عمر ہی میں کام شروع کر دیں۔ اگر محض دن کا کام ہی ان کے لیے رکھا جائے تو اُن کا یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔'' ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ دن کے اوقات میں بچے اپنے ہنر کو کیوں نہیں سیکھ سکتے؟ آپ کے پاس اس کا کیا جواز ہے؟ ''جو آدمی وقفے وقفے سے رات اور دن کے اوقات میں کام کرتے ہیں وہ آدھے وقت کے لیے اپنے ماتحت لڑکوں سے دور رہیں گے اور اُس آدھے نفعے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے جو اُن لڑکوں کی وجہ سے کماتے ہیں۔ وہ ایک نوآموز کو جو تربیت دیتے ہیں اسے لڑکے کے محن کا معاوضہ خیال کیا جائے گا، بڑا مزدور اسی انداز میں لڑکوں کے محن کو سستے داموں خرید لیتا ہے۔ ہر آدمی یہ چاہے گا کہ اس نفعے کا آدھا خود حاصل کر لے۔'' دوسرے لفظوں میں Messrs. Sanderson کو آدمیوں کی اجرت کا ایک حصہ لڑکوں کے رات کے کام کے بجائے خود اپنی جیب سے ادا کرنا پڑے گا۔ اور اس طرح سے Messrs. Sanderson کے نفع میں کسی حد تک کمی آ جائے گی اور یہی وہ عمدہ سینڈرسینیائی وجہ ہے جس بنا پر لڑکے صبح کے وقت اپنا ہنر نہیں سیکھ سکتے۔70 مزید یہ کہ رات کا محن اُن لوگوں پر جا پڑے گا جنھوں نے لڑکوں کی جگہ کام کیا اور جو اُن کی برداشت سے باہر ہوگی۔ اور یہ اتنی بڑی مشکل ہوگی کہ اُن کے لئے یہ بات ناگزیر ہو جائے گی کہ وہ رات کا کام بالکل ہی چھوڑ دیں، اور ''جہاں تک خود کام کا تعلق ہے'' اس سلسلے میں ای. ایف سینڈرسن کا کہنا ہے ''یہ بھی ہمارے لیے اتنا ہی موزوں رہے گا، لیکن ___ ''۔ لیکن میسرز سینڈرسن کی مصنوعات فولاد سازی کے علاوہ

کچھ اور بھی ہیں۔ فولاد سازی تو محض قدرِ زائد بنانے کا ایک بہانہ ہے۔ ڈھلائی والی بھٹیاں، پتریاں بنانے والی مِلیں وغیرہ، عمارتیں، مشنری، لوہا، کوئلہ اور اس طرح کی دیگر چیزیں محض فولاد ہی میں نہیں بدل جاتیں بلکہ کچھ اور کام بھی سرانجام دیتی ہیں۔ یہ اس لیے ہیں کہ محنِ زائد کو جذب کر سکیں اور یہ فطری طور پر 24 گھنٹے میں 12 گھنٹے سے زیادہ محن جذب کر لیں گی۔ اصل بات یہ ہے کہ ان سب چیزوں نے تو مشیعتِ ایزدی اور قانون کی عطا سے مزدوروں کی کچھ تعداد سے 24 گھنٹے کام لینے کی بابت ایک حکم نامہ صادر کر رکھا ہے؛ اور جب ان چیزوں کی محن جذب کرنے کی خاصیت کو روکا جائے اور اس بنا پر ان میں سرمائے کا خاصہ نہ رہے تو سینڈرسن کے لیے خاص نقصان کا باعث بن جائیں گی ''لیکن اگر اتنی قیمتی مشنری آدھے وقت کے لیے بیکار پڑی رہے تو نقصان کا باعث بنے گی اور جتنا کام ہم اب حاصل کر رہے ہیں اُس کے حصول کے لیے اِس سے دگنی عمارت اور مشنری درکار ہوگی، جس پر خرچ بھی دگنا آئے گا۔'' یہاں سوال یہ ہے کہ ای. ایف. سینڈرسن کو وہ رعائتیں کس لیے میسر آئیں جن سے محض دن کے وقت کام کرنے والے سرمایہ دار استفادہ نہیں کر سکتے اور جن کی عمارتیں، مشنری، خام مال وغیرہ رات کے اوقات میں ''بیکار'' پڑے رہتے ہیں؟ ای. ایف. سینڈرسن تمام سینڈرسنوں کی نمائندگی کرتے ہوئے جواب دیتا ہے: ''یہ بات سچ ہے کہ جن کارخانوں میں مشنری بیکار پڑی رہتی ہے اور کام محض دن کے اوقات میں ہوتا ہے اُن کو نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہمارے معاملے میں بھٹیوں کا استعمال مزید نقصان کا باعث بنے گا۔ اگر ان کو چلتا رکھا جائے تو ایندھن ضائع ہوگا (اُس نقصان کے بجائے جو اس وقت مزدوروں کی زندہ ماہیت کا ہو رہا ہے)، اور اگر اِن مشینوں کو چلایا نہ جائے تو آگ جلانے اور بھٹی کو پھر سے گرمانے میں وقت تو ضرور ضائع ہو گا (جب کہ سونے کے اوقات کا نقصان حتیٰ کہ 8 سال تک کے بچوں کا بھی، سینڈرسن کے قبیل کے لوگوں کے لیے وقتِ محن کا حصول ہے)، اور خود بھٹی کو بھی درجۂ حرارت میں تبدیلی سے نقصان پہنچتا ہے۔'' (جبکہ ان ہی بھٹیوں کو دن اور رات کی لگاتار بدلتی ہوئی شفٹوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔) 71

فصلِ پنجم:

موزوں دیہاڑی کے حصول کے لیے جدوجہد۔

چودھویں صدی کے نصف سے سترھویں صدی کے اختتام تک دیہاڑی کی توسیع کی بابت جابرانہ قوانین

''دیہاڑی ہوتی کیا ہے؟ اُس عرصے کی کیا طوالت ہونی چاہیے جس دوران سرمایہ اپنی خریدی ہوئی قوتِ محن کو خرچ کر سکے؟ دیہاڑی کو اُس وقت سے کتنا زیادہ طویل کیا جا سکتا ہے جس میں خود قوتِ محن کی بحالی عمل میں آتی ہے؟'' ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس طرح کے سوالات کا جواب سرمایہ اس انداز میں دیتا ہے: دیہاڑی پورے 24 گھنٹے پر مشتمل ہوتی ہے جس میں سے چند ایک گھنٹے کم کئے جا سکتے ہیں اور جو قوتِ محن کے آرام کے لئے مختص ہیں جس کے بغیر قوتِ محن کام کے دوبارہ آغاز کے لئے بالکل تیار نہیں ہوتی۔ پس یہ بات از خود عیاں ہے کہ مزدور کی ساری کی ساری زندگی قوتِ محن کے سوا اور کچھ نہیں؛ چنانچہ اُس کا سارے کا سارا قابلِ استعمال وقت فطرت اور قانون کی نظروں میں وقتِ محن ہے جو کہ سرمائے کی اپنی توسیع کے لئے وقف ہونا چاہئے۔ ہر وہ وقت جو تعلیم کے لئے، ذہنی ارتقا کے لئے، سماجی فرائض اور سماجی تعلقات کی انجام دہی کے لئے اُس کی ذہنی اور جسمانی سرگرمیوں کے آزادانہ استعمال کے لئے، حتیٰ کہ اتوار کے روز آرام کے لئے وقف ہے (اور وہ بھی اتوار کے دن مذہبی طور پر کام نہ کرنے والوں کے ملک میں) 72 سب بے معنی بکواس ہے۔ لیکن اپنے بے قابو اور اندھے جذبے میں اور قدرِ زائد کے لیے اپنی انسان نما بھیڑیے کی بھوک میں سرمایہ نہ صرف اخلاقی حدود پھاند جاتا ہے بلکہ دیہاڑی کی زیادہ سے زیادہ طبعی حدود بھی۔ یہ جسمانی صحت ونشو ونما اور ارتقا و بقا کے لیے درکار ضروری وقت کو بھی غصب کر لیتا ہے۔ یہ تازہ ہوا اور سورج کی روشنی کے لیے مختص وقت کو بھی چُرا لیتا ہے۔ یہ کھانے کے اوقات پر بھی ٹھگی بازی کرتا ہے، اور جہاں ممکن ہوتا ہے اس کو پیداواری عمل میں مجتمع کر لیتا ہے۔ حتیٰ کہ مزدور کو غذا بھی صرف ذرائع پیداوار کے طور پر ہی دی جاتی ہے؛ جیسے بوائلر کو کوئلہ اور مشنری کو تیل اور گریس مہیا کئے جاتے ہیں۔ یہ انسانی جسم کی بحالی، بجا آوری، تازگی کے لیے درکار پُرسکون نیند میں بھی کمی کر کے اس کو چند گھنٹوں کی غنودگی میں بدل دیتا ہے۔ اور یہ غنودگی ایک مکمل طور پر تھکے ہوئے جسم میں دوبارہ تر و تازگی کے لئے طاری ہونا لازمی ہے۔ قوتِ محن کی معمول کی بحالی [کے لئے درکار وقت] سے دیہاڑی کی حدود کا تعین نہیں کیا جا سکتا؛ یہ تو قوتِ محن کے خرچ ہونے کی زیادہ سے زیادہ ممکن مقدار ہوتی ہے، چاہے [قوتِ محن کا] یہ خرچ کتنا مریضانہ، جابرانہ اور تکلیف دہ ہی کیوں نہ ہو، یہی وہ پیمانہ ہے جس سے مزدور کے آرام کرنے کے دورانیے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ سرمائے کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ قوتِ محن کی عمر کس قدر طویل ہو گی۔ وہ واحد چیز جس سے سرمائے کو سروکار ہے وہ زیادہ سے زیادہ قوتِ محن ہے جس کو ایک دیہاڑی میں استعمال میں لانا ممکن ہو۔ اور یہ اس مقصد کو مزدور کی زندگی کا امکان گھٹاتے ہوئے حاصل کرتا ہے جیسے ایک لالچی کسان زمین کی زرخیزی کو لوٹ کر اس سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرتا ہے۔

اس طرح سے سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار (بنیادی طور پر قدرِ زائد کی پیداوار، اور محنِ زائد کی تجذیب)

دیہاڑی کی طوالت کے ساتھ نہ صرف انسانی قوتِ محنت کو اس کے پنپنے اور کام کرنے کی نارمل اخلاقی اور جسمانی صورتِ احوال سے محروم کرتی ہے، بلکہ اس قوتِ محنت کو قبل از وقت تھکا دیتی ہے اور اس کی موت کا باعث بنتی ہے۔[73] یہ مزدور کا پیداواری وقت طویل تو کر دیتی ہے مگر اس کی زندگی کے حقیقی وقت کو کم کر دیتی ہے۔

لیکن قوتِ محنت کی قدر میں اُن اشیاء کی قدر بھی شامل ہے جو مزدور کی تخلیقِ نو کے لیے، یا پھر اس کو مزدور طبقے میں برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اب اس صورت میں اگر دیہاڑی کی غیر فطری طوالت جس کے حصول کے لئے سرمایہ خود کو پھیلانے کی شدید ترین خواہش کے تحت ہر ممکن کوشش کرتا ہے، ایک مزدور کی زندگی میں اور نتیجتاً اُس کی قوتِ محنت کے دورانیے میں کمی کا باعث بنے تو خرچ ہونے والی قوتوں کا متبادل زیادہ تیزی سے ضروری ہو جائے گا اور قوتِ محنت کی تخلیقِ نو کے لیے درکار اخراجات بھی زیادہ ہو جائیں گے؛ جیسے کسی مشین کے گھسنے کا عمل جتنا تیز ہو گا اس کی قدر کا روزانہ تخلیقِ نو پانے والا حصہ بھی اُسی قدر زیادہ ہو گا۔ چنانچہ معلوم یہ ہو گا کہ خود سرمائے کا فائدہ بھی اسی میں ہے کہ دیہاڑی ایک معقول دورانیے کی ہو۔

غلاموں کا آقا مزدور کی خریداری اس طرح کرتا ہے جیسے اپنا گھوڑا خرید رہا ہو۔ اگر وہ اپنے غلام سے محروم ہو جائے تو وہ اُس سرمائے سے محروم ہوتا ہے جو غلاموں کی منڈی میں مزید سرمایہ کاری کرنے سے بحال ہو سکتا ہے۔ لیکن ''جارجیا کے چاول پیدا کرنے والے کھیت یا میسی سپیMississippi کی دلدلیں انسانی صحت کے لیے خطرناک حد تک مہلک ہو سکتی ہیں، لیکن ان اضلاع میں ہونے والا انسانی جانوں کا ناگزیر ضیاع اس قدر بڑھا ہوا نہیں کہ ورجینا اور کینٹکی کے گنجان آباد علاقوں سے پورا نہ ہو سکے۔ تاہم جو معاشی مفاد ایک فطری نظام کے تحت غلام کی بقا کے ساتھ آقا کے مفادات سے مماثل ہوتے ہوئے غلام کے ساتھ شریفانہ انسانی سلوک کی ضمانت پیدا کرتا ہے؛ غلاموں کی تجارت کے عام ہونے کے ساتھ ہی اُن سے سخت ترین محنت لینے میں بدل جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک بار اُس کی جگہ پُر کرنے کے لیے باہر کی منڈیوں سے کئی غلام مہیا ہو سکتے ہوں تو اِس صورت میں اُس کی زندگی کے دورانیے سے زیادہ اہم اُس کی پیداواری اہلیت بن جاتی ہے جتنی دیر تک بھی یہ قائم رہے۔ غلام درآمد کرنے والے ممالک میں، یہ بات غلام رکھنے کا خود آموز اصول بن جاتی ہے کہ موثر ترین معیشت وہ ہو گی جو انسان حیوان میں سے انتہائی کم وقت میں محنت کی وہ زیادہ سے زیادہ مقدار کشید کر لے جتنی اُس میں اہلیت ہے۔ ٹراپیکل کلچر میں جہاں پر اکثر سالانہ نفع کاشت کاری پر خرچ ہونے والے سرمائے کے برابر ہوتا ہے نیگرو سے انتہائی ظالمانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ویسٹ انڈیز کا زراعتی نظام جو صدیوں سے دولت کے انباروں سے بھرا پڑا تصور کیا جاتا رہا ہے، افریقی نسل کے لاکھوں افراد کو نگل چکا ہے۔ کیوبا میں؛ جس کی مال گزاری لاکھوں سے تجاوز کر رہی ہے اور جس کے کاشت کار شہزادے ہیں؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں غلام طبقہ سب سے زیادہ خستہ حال

ہے جس کو سب سے کٹھن اور انتہائی تکلیف دہ انداز میں محنت کرنا پڑتی ہے یہاں تک کہ ان میں سے ایک بڑا حصہ لقمۂ اجل بن جاتا ہے۔'' 74

نام بدل دیں تو کہانی آپ کی بن جائے گی۔ اگر غلاموں کی تجارت کے بارے میں کچھ جاننا ہو تو کنٹکی اور ورجینا کی محن کی منڈیوں، اور سکاٹ لینڈ، آئر لینڈ اور ویلز کے زرعی اضلاع اور افریقہ، جرمنی کا حال پڑھیں۔ ہم نے دیکھا کہ لندن میں کثرتِ کار نے کس طرح سے بھٹیاروں کی تعداد کو کم کر دیا۔ تاہم لندن کی محن کی منڈی ہمیشہ جرمنی اور دیگر [مزدور] امیدواروں سے کس طرح بھری رہتی ہے جو لندن کی روٹی کی صنعت میں اپنے لیے موت خریدتے ہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں مٹی کے برتن بنانے والی صنعت بھی سب سے کم معیادِ زندگی والی صنعتوں میں سے ایک ہے۔ کیا اس میں کبھی ظروف سازوں کی کوئی کمی رہتی ہے؟ جدید ظروف سازی کا موجد Josiah Wedgwood پہلے خود بھی ایک مزدور تھا؛ 1785 میں ہاؤس آف کامنز کے روبرو کہتا ہے کہ اس پوری صنعت میں 15,000 سے لے کر 20,000 لوگ ملازم ہیں۔ 75 سال 1861 میں، برطانیۂ عظمیٰ میں صرف اسی صنعت سے متعلقہ قصبوں کی آبادی 101,302 ہوگئی۔ ''روئی کی صنعت 90 سال کے عرصے تک قائم رہی.... اس عرصے میں انگریز کی تین نسلیں گزر گئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں یہ کہتے ہوئے انتہائی احتیاط برت رہا ہوں کہ اس عرصے کے دوران اس صنعت نے فیکٹری چلانے والوں کی نو نسلیں برباد کر دیں۔'' 76

اس میں شبہ نہیں کہ جب کام میں تیزی اور شدت کا رجحان ہوتا ہے تو بازارِ محن میں بہت واضح خلا نظر آتے ہیں۔ اس کی مثال ہم 1834 میں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں کارخانہ دار Poor Law Commissioners کے سامنے یہ تجویز رکھتے ہیں کہ زرعی اضلاع کی ''اضافی آبادیوں'' کو شمال کی جانب بھیج دیا جائے، اور ساتھ یہ وضاحت بھی کرتے کہ ''کارخانہ داروں کو چاہیے کہ ان کو استعمال میں لائیں اور خرچ کر ڈالیں''۔ 77 Poor Law Commissioners کے ساتھ معاہدوں کے تحت ایجنٹ مقرر کئے جاتے.... مانچسٹر میں ایک دفتر قائم کیا گیا جہاں پر زرعی اضلاع سے تعلق رکھنے والے نوکری کے متلاشی لوگوں کی فہرستیں مہیا کی جاتیں اور ان کے نام کھاتوں میں چڑھا لیے جاتے۔ کارخانہ داران دفاتر میں جاتے اور اپنی مرضی کے افراد کو چُن لیتے؛ اور جب وہ ''اپنی ضرورت'' کے افراد کا انتخاب کر لیتے تو اُن کو مانچسٹر میں منگوانے کے بارے میں ہدایات صادر فرماتے۔ ان [افراد] کو نہروں کے ذریعے یا مال بردار گاڑیوں کے ذریعے بھیج دیا جاتا اور اُن پر سازوسامان کی طرح ٹکٹیں بھی چسپاں کی جاتیں۔ بعضوں کو سڑک کے ذریعے پیدل ہی روانہ ہونا پڑتا جن میں سے اکثر راستہ بھول جاتے اور نیم فاقہ کشی کا شکار ہو جاتے۔ اس نظام نے باقاعدہ تجارتی پیشے کی شکل اختیار کر لی۔ یہ ایوان اس بات پر مشکل ہی سے یقین کرے گا لیکن میں انہیں ضرور کہوں گا کہ انسانی گوشت کی یہ تجارت پوری

آزادی کے ساتھ جاری وساری ہے۔اور یہ مزدور اسی قدر باقاعدگی سے [مانچسٹر کے] کارخانہ داروں کے ہاتھ فروخت ہوتے ہیں جیسے ریاست ہائے متحدہ میں روئی کے کاشتکاروں کے ہاتھ غلاموں کی فروخت جاری ہے۔....1860 میں روئی کی تجارت اپنے عروج پر تھی۔.....ایک بار پھر کارخانہ داروں کو پتا چلا کہ ان کو مزدوروں کی قلت کا سامنا ہے۔....چنانچہ وہ ''ماس کے سوداگروں'' سے خواستگار ہوئے۔اُنہیں یہی نام دیا جاتا تھا۔ اِن سوداگروں کو جنوبی انگلستان کے نشیبی علاقوں کی طرف، ڈورسیٹ شائر کی چراگاہوں کی طرف، ڈیون شائر کے میدانی علاقوں کی طرف، وِلٹ شائر کے چرواہوں کی طرف بھیجا گیا مگر ہر طرف سے ناکامی کا سامنا ہوا۔آبادی کا اضافی حصہ پہلے ہی استعمال میں تھا۔'' فرانسسی معاہدے کی تکمیل کے موقعے پر بیوری گارڈین نے کہا تھا کہ لنکا شائر میں ''10,000 اضافی مزدور بھی کام آ جائیں گے اور 30,000 یا 40,000 مزدوروں کی مزید ضرورت پڑے گی۔'' جب ''گوشت کے ایجنٹ اور ان کے معاونین'' زرعی اضلاع میں اپنی کوششوں میں ناکام ہو گئے تو ''لندن میں ایک وفد آیا اور رائٹ آنرایبل جینٹل مین [Poor Law Board کے صدر مسٹر وِلرز] سے اس مقصد کے لئے ملا کہ لنکا شائر کی مِلوں کے لئے یونین کے کسی مرکز سے غریب بچے حاصل کئے جا سکیں۔''78

تجربہ سرمایہ دار کو آبادی میں مسلسل اضافے [کا اصول] سکھاتا ہے؛ یعنی ایسا اضافہ جو محض زائد چوسنے والے سرمائے کی عارضی ضروریات سے متعلق ہو، اگرچہ اس اضافے سے بنی نوع انسان کی کئی نسلوں کی جسمانی افزائش جامد ہو کر رہ جاتی ہے، ان کی عمریں کم ہو جاتی ہیں اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل بڑی تیزی سے آتی ہے؛ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ بلوغت میں داخل ہونے سے پہلے ہی موت اُن کو اُچک لیتی ہے۔79 اگر تاریخی حوالے سے جائزہ لیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ ایک ذہین آدمی یہاں تک دیکھ لیتا ہے کہ سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار نے انسانوں کی قوتِ حیات کو اِس کی جڑوں سے کس قدر تیزی اور مضبوطی سے غصب کر لیا ہے۔اور یہ دکھایا ہے کہ صنعتی آبادی کی پستی اور تخریب کو مُلک کی قدیمی اور جسمانی طور پر خراب نہ کی گئی آبادی کی مسلسل تجذیب سے روکا جاتا ہے؛ اور یہ بھی نظر آتا ہے کہ زمین سے بندھے ہوا مزدور، تازہ ہوا اور فطری انتخاب کے اُصول کے ہوتے ہوئے، جو ان کے مابین بڑے زور سے عمل پذیر ہے اور صرف طاقتور ترین کی بقا کی اجازت دیتے ہیں، ان سب کے باوجود وہ قبل از وقت ہی مرنا شروع ہو جاتے ہیں80۔ سرمایہ جس کے پاس مزدوروں کے گروہ در گروہ کی تکالیف سے انکار کرنے کی ایسی معقول وجوہات ہوں، عملی طور پر مستقبل میں ہونے والے نسلِ انسانی کے اس انحطاط اور آخرکار آبادی میں کمی سے اتنا زیادہ اور اتنا کم متاثر ہوتا ہے جتنا اس خیال سے کہ زمین سورج میں گر جائے گی۔

سٹے بازی میں ہونے والی ہر سنگین دھوکہ بازی کے بارے میں ہر کوئی یہی سوچتا ہے کہ کسی نہ کسی وقت

شدید مندا ضرور ہونے والا ہے؛ اس کے باوجود ہر ایک کو یہی امید ہوتی ہے کہ یہ آفت قُرب و جوار ہی پر گرے گی جبکہ اُس پر بحفاظت زر کا نزول بدستور جاری رہے گا۔ میرے بعد طوفانِ بلاخیز ہے! ہر ایک سرمایہ دار اور ہر سرمایہ دار قوم کا یہی ایمان محکم ہے۔ چنانچہ سرمایہ اُس وقت تک مزدور کی صحت یا عمر کی طوالت سے لاپرواہی برتتا ہے جب تک کہ سماج کے دباؤ سے مجبور نہ ہو جائے۔81 جب [مزدور کی] جسمانی اور ذہنی پستی، قبل از وقت موت اور کثرتِ کار کی اذیت کے خلاف آوازِ احتجاج بلند کی جاتی ہے تو یہ اس انداز میں جواب گو ہوتا ہے: کیا ہمیں ان چیزوں سے متاثر ہونا چاہئے جبکہ یہی ہمارے نفع کا باعث بھی بنتی ہیں؟ لیکن انہی معاملات کو اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ سب کچھ صرف ایک سرمایہ دار کی ذاتی اچھائی یا برائی پر منحصر نہیں۔ آزاد مقابلے کی فضا ہی سرمایہ دارانہ نظام کے ماہیتی قوانین کو ایسے جابرانہ قوانین کی شکل میں وجود عطا کرتی ہے جو ایک انفرادی سرمایہ دار پر بھاری ہوتے ہیں۔82

ایک نارمل [معقول] دیہاڑی کا تعین سرمایہ دار اور مزدور کے درمیان صدیوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ جدوجہد کی اِس تاریخ میں دو متضاد رُجحانات نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر دورِ حاضر کی English Fectory Legislation اور 14 ویں صدی سے 18 ویں صدی کے وسط تک کی English Labour Statutes کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔83 جبکہ جدید فیکٹری ایکٹس نے دیہاڑی کی طوالت کو جبراً کم کر دیا ہے، اور سابقہ قوانین اس کی طوالت کو جبراً بڑھانے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ بات یقینی طور پر درست ہے کہ جن ادعا کا اظہار سرمایہ اپنے ابتدائی مدارج (مطلب یہ کہ جب سرمائے کی نشو و نما شروع ہوتی ہے تو یہ محنِ زائد کی ایک معقول مقدار کو جذب کرنے کا حق محض معاشی تعلقات کی قوت سے نہیں بلکہ ریاست کی مدد سے پاتا ہے) میں کرتا ہے وہ اُس وقت بڑے معقول نظر آئیں گے جب انہیں اُن مراعات کے سامنے رکھا جائے جو سے کافی لے دے کے بعد اپنی ترقی یافتہ صورت میں چھوڑنا پڑتے ہیں۔ اس امر کے لیے صدیوں کو محیط وقت درکار ہوتا ہے کہ ''آزاد'' مزدور سرمایہ دارانہ نظامِ پیداوار کی ترقی کا مرہونِ منت ہوتے ہوئے اپنی تمام تر فعال زندگی، محنت کرنے کی پوری اہلیت کو ضروریاتِ زندگی کی قیمت کے عوض___ یعنی اپنے پیدائشی حق کو چند نوالوں کے عوض___ بیچنے پر آمادہ ہو جائے یا پھر سماجی لازمیت کے باعث مجبور ہو جائے۔ پس یہ ایک فطری بات ہے کہ دیہاڑی کی طوالت میں اضافہ___ جسے جوان مزدوروں پر ریاستی اقدامات کے ذریعے مسلط کرنے میں سرمایہ 14 ویں صدی کے وسط سے لے کر 17 ہویں صدی کے اختتام تک کوشاں رہا___ دیہاڑی کی طوالت میں کمی کے ساتھ جڑت رکھتا ہے، جو ہمیں اٹھارویں صدی کے نصفِ آخر میں بچوں کے خون کو سرمائے کے سکے بننے سے روکنے کے لئے حکومتی اقدامات کی وجہ سے کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر آج Massachusetts کی ریاست میں (جواب سے کچھ عرصہ

قبل تک جمہوریہ شمالی امریکہ کی ایک آزاد ریاست تھی) دیہاڑی کی جو طوالت سرکاری طور پر 12 سال سے کم عمر کے بچوں کے لیے رکھی گئی ہے وہی 17 ہویں صدی کے نصف میں معقول جسامت کے کاریگروں، جسیم مزدوروں اور قوی الجثہ لوہاروں کے لئے نارمل دیہاڑی تصور کی جاتی تھی۔84

سب سے قبل ''مزدوروں کا قانون'' (23 ایڈورڈ ثالث۔ 1349ء) بنانے کا بہانہ اُس طاعون کو بنایا گیا تھا (یہ درحقیقت اس کی وجہ نہ تھا؛ کیونکہ اس قسم کے قوانین ایسے اسباب کے خاتمے سے صدیوں بعد بھی برقرار رہتے ہیں) جس نے انگلستان میں بڑی شدت اور تیزی سے آبادی کا صفایا کر دیا تھا؛ جیسا کہ ایک ٹوری مصنف کہتا ہے: ''لوگوں سے معقول شرائط پر کام لینے میں (یعنی ایسی قیمت پر جو اُن کے مالکان کے لئے محنِ زائد کی معقول مقدار چھوڑے) جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ بڑھتے بڑھتے برداشت سے باہر ہو گئی تھیں۔'' 85 چنانچہ دیہاڑی کی طوالت کی طرح معقول اُجرت کو بھی قوانین کے تحت ہی مقرر کیا گیا۔ آخرالذر پہلو [یعنی دیہاڑی] جس سے ہمیں فی الوقت سروکار ہے 1496 (ہینری VII کا زمانہ) کے قانون میں اِس کا ذکر ایک بار پھر ملتا ہے۔ اس قانون کی رو سے تمام کاریگروں اور کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے لئے مارچ تا ستمبر دیہاڑی کی طوالت (واضح رہے کہ اس قانون کو لاگو نہ کیا جا سکا) کو صبح 5 بجے سے شام 7 اور 8 بجے تک رکھا گیا۔ لیکن اس دوران میں ایک گھنٹہ ناشتے کے لئے، $1\frac{1}{2}$ گھنٹہ ڈِنر کے لئے اور $\frac{1}{2}$ گھنٹہ سہ پہر کے کھانے کے لئے مختص تھے؛ یعنی آج کل جتنا وقت فیکٹری ایکٹس میں کھانے کے اوقات کے لئے مختص ہے اُس سے ٹھیک دگنا وقت۔ 86 سردیوں میں دیہاڑی کا دورانیہ صبح 5 بجے سے مغرب تک تھا جس میں کھانے کے لئے اتنا ہی وقت مختص تھا۔ الزبتھ کے 1562 کے قانون میں روزانہ یا ہفتہ وار مزدوری پر کام کرنے والے مزدوروں کی دیہاڑی کی طوالت کے معاملے کو بالکل نہیں چھیڑا گیا؛ البتہ کھانے کے لئے مختص وقت کو کم کر کے گرمیوں میں $2\frac{1}{2}$ گھنٹے اور سردیوں میں 2 گھنٹے کر دیا گیا۔ اس میں ڈِنر کے لئے 1 گھنٹہ رکھا گیا اور ''قیلولے کے لئے 1 گھنٹہ'' صرف نصفِ مئی سے نصف اگست تک مہیا کیا گیا۔ غیر حاضری کے ہر گھنٹے پر 1 پینی (pre-decimel) اُجرت سے کاٹا جانا لازم تھا۔ تاہم عملی طور پر حالات کتاب میں لکھے قوانین سے زیادہ مزدور کے حق میں جاتے تھے۔ سیاسی معاشیات کا باوا اور کسی حد تک شماریات کا بانی 17 ہویں صدی کی آخری تہائی میں چھپنے والی اپنی ایک کتاب میں کہتا ہے: ''محنت کرنے والے لوگ (اُس وقت اِس سے مراد کھیت میں کام کرنے والے مزدور تھا) روزانہ 10 گھنٹے کام کرتے ہیں، اور ہر ہفتے 20 بار کھانا کھاتے ہیں؛ یعنی کام کے دنوں میں روزانہ 3 بار اور اتوار کے دن 2 بار۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر وہ جمعہ کی راتوں کو بھوکوں رہ لیں اور $1\frac{1}{2}$ گھنٹے میں دو کے بجائے 12 بجے سے

1 بجے تک صرف ایک بار کھانا کھائیں تو اُن کے کام میں $\frac{1}{20}$ کا اضافہ ہو جائے گا اور خرچ میں $\frac{1}{20}$ کی کمی آ جائے گی؛ ممکن ہے کہ اس سے متذکرہ بالا لگان کی ادائیگی کی جا سکے۔''87 ڈاکٹر Andrew Ure 12 گھنٹے کے 1833 والے بل کو جب احتجاجاً عہدِ تاریک کے قوانین سے گیا گزرا قرار دے رہے تھے تو کیا وہ اُس وقت حق بجانب نہ تھے؟ یہ بات بجا ہے کہ قوانین کے جن احکامات کا ذکر ولیم پیٹی نے کیا ہے وہ شاگردوں پر بھی اُتنے ہی لاگو ہوتے ہیں۔ بچوں کے محن کے حالات 17 ہویں صدی کے اختتام تک بھی جیسے تھے اُس کا اندازہ ہمیں ذیل کی شکایات سے ہو جاتا ہے: ''یہ اُن (اہلِ جرمنی) کا شیوہ نہیں جو وطیرہ اس ریاست میں ہمارا ہے کہ ایک شاگرد کو سات سال تک اُس ابتدائی درجے تک ہی رکھا جائے 3 یا 4 سال تک تو اُن کا عام چلن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہیں بچپن ہی سے کسی عملی شعبے کی تربیت دی جاتی ہے جس کے باعث اُن میں زیادہ فرمانبرداری اور فنی سگھڑاپا پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے پیشے میں مہارت اور پختگی حاصل کرنے کی اہلیت حاصل کر لیتے ہیں۔ جبکہ یہاں انگلستان کے ہمارے نوجوان جب کام سیکھنے کے لیے آتے ہیں تو ہنر سے بالکل نابلد ہونے کی وجہ سے کام میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اُنہیں ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے۔''88

اب بھی، 18 ہویں صدی کے معتدبہ حصے کے دوران یعنی صنعت وحرفت کے جدید دور تک انگلستان میں سرمایہ اس قابل نہ ہوا تھا کہ قوتِ محن کی ہفتہ وار ادائیگی کر کے مزدور کا سارا ہفتہ اپنے لئے مخصوص کر لے، تاہم زرعی مزدور مستثنیات میں ہے۔ یہ حقیقت کہ مزدور 4 دن کی مزدوری پر پورا ہفتہ گزارا کر سکتے ہیں اُن کے لئے ایسی کافی وجہ بنتی ہوئی نظر نہیں آتی کہ اُنہیں باقی کے دو دن سرمایہ دار کے لیے کام کرنا چاہیے۔ انگریز معیشت دانوں کا ایک گروہ سرمائے کے مفاد میں [مزدوروں کی] ایسی ضد پر بہت کڑی نقطہ چینی کرتا ہے؛ جبکہ ایک دوسرا گروہ مزدوروں کے حق کی بات کرتا ہے۔ مثال میں ہم Postlethwayt جس کی تجارتی لغت ــــ اُس کے وقت میں اس کتاب کی ایسی ہی شہرت تھی جیسی آج کل MacCulloch اور MacGregor کی کتب کی ہے ــــ کا موازنہ "Essay on Trade and Commerce" کے مصنف (جس کا حوالہ ماقبل دیا گیا ہے) سے کرتے ہیں89۔

Postlethwayt دوسری باتوں کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ: ''ہم اُن چند مشاہدات پر، اُس زبان زدِ عام گھسے پٹے خیال کو جانے بغیر روک نہیں لگا سکتے کہ اگر غریب محنتی مزدوروں کو پانچ دن کے کام سے اپنے گذارے کے لئے کافی کچھ میسر آ جائے تو وہ پورے چھ دن کام نہیں کریں گے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ضروریاتِ زندگی کو بھی ٹیکسوں یا کسی اور ذریعے سے مہنگا کرنا لازمی ہے تا کہ کارخانے کے مزدور اور کاریگر ہفتے کے پورے چھ دن، بغیر وقفے کے، کام کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ چنانچہ میں اُن جیّد ماہرینِ سیاسیات کے جذبات سے

اختلاف کرنا چاہوں گا جو اس مُلک کے مزدوروں کی دائمی غلامی کی حمایت کرتے ہیں؛ وہ اس بھونڈی کہاوت کو بھول گئے ہیں کہ 'صرف کام ہی کام اور کھیل کا نہ لو نام'۔ کیا انگلستان اپنے مزدور فن کاروں کی مہارت اور صناعی پر فخر نہیں کرتا جس کی وجہ سے انگریزی ساز و سامان کی شہرت میں اتنا اضافہ ہوا ہے؟ یہ سب کچھ کس وجہ سے ممکن ہوتا رہا ہے؟ غالباً اس کے علاوہ اور کسی وجہ سے نہیں کہ مزدور پیشہ افراد کو اُن کے کام کی مناسبت سے ہی آرام کا موقع دیا جائے۔ کیا اُن کو پورا سال کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا، اور ایک ہفتے کے پورے چھ دن، اِس ایک ہی کام کے تکرار کے ساتھ؛ تو کیا یہ بات اُن کی مہارت پر اثر انداز نہیں ہوگی اور اُنہیں چاک و چوبند اور چوکنا کرنے کے بجائے بے وقوف اور کاہل نہیں کر دے گی؛ تو کیا اس سے ہمارے مزدور ایسی ابدی غلامی کی وجہ سے اپنی شہرت کو کھو نہیں دے گا؟..... پھر سختی سے ہانکے گئے ایسے جانور سے آپ کس قسم کی مہارت کی توقع کر سکیں گے؟....اُن میں بہت سے ایسے ہیں جو چار دن میں اُتنا ہی کام کر جاتے ہیں جتنا ایک فرانسیسی 5 یا 6 دن میں کرے گا۔ لیکن اگر انگریز ایسے جفاکش جنور ہی ثابت ہوتے رہے تو خطرہ ہے کہ وہ فرانسیسی مزدوروں سے بھی اسفل تر ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ہمارے عوام کی جنگی بہادری ایک مثال بن چکی ہے؛ تو کیا ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کی وجہ انگریزوں کا وہ عمدہ بھنا گائے کا گوشت اور پڈنگ ہے جسے وہ نذرِ شکم کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ان میں روحِ آزادی کا موجود ہونا ہے؟ پھر ہمارے فن کاروں اور کاریگروں کی اعلیٰ صناعی اور مہارت ایک ایسی آزادی اور حریت کی بنا پر کیونکر ممکن نہیں جو اُن کی راہنمائی خود اُن کے اپنے راستے پر کرے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہم اُنہیں ایسی مراعات اور بہتر سہولیاتِ زندگی سے محروم نہیں کریں گے جن سے اُن کی فنی اُپج اور [محنت کرنے کی] جرأت پیدا ہو سکتی ہے۔ ''90

اس بات کے جواب میں "Essay on Trade and Commerce" کا مصنف رقم طراز ہے:

''اگر ہر ساتویں دن چھٹی منانے کو کسی الوہی قانون کے طور فرض کر لیا جائے؛ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دوسرے چھ دن محن کے لئے مخصوص کر دئے گئے ہیں'' (محن سے اُس کی مراد سرمایہ ہے جیسا کہ ہم عنقریب دیکھیں گے) ''اگر اس کو لاگو کر دیا جائے تو یقیناً اسے ظالمانہ تصور نہیں کیا جائے گا..... یہ کہ عوام الناس کو عمومی طور پر دیکھا جائے تو یہ فطرتاً کاہل اور آرام طلب ثابت ہوئے ہیں؛ ہم پر اس کا تجربہ تباہ کُن انداز میں سچ ثابت ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم صناعوں پر مشتمل اپنی آبادی کا جائزہ لیتے ہیں جو ہفتے میں اوسطاً چار دن سے زیادہ کام نہیں کرتے تا آنکہ ضروریاتِ زندگی کی قیمت بہت زیادہ نہ بڑھ جائے۔..... ہم غریب مزدور کی تمام ضروریاتِ زندگی کو ایک چیز ہی تصور کر لیتے ہیں اور فرض کریں کہ وہ چیز گیہوں ہے۔ یا فرض کریں کہ...... گیہوں کے ایک بُشل (29 سیر) کی قیمت 5 شلنگ ہے؛ اور یہ کہ وہ اپنی محنت سے ہر روز ایک شلنگ کما سکتا ہے اس طرح سے وہ ہفتے کے صرف پانچ دن کام کرے گا۔ اور اگر گیہوں کے ایک بُشل کی قیمت صرف چار شلنگ رہ جائے تو اب وہ ہفتے کے صرف چار دن

ہی کام کرنے پر اکتفا کرے گا۔لیکن چونکہ اس ملک میں اُجرتیں اُس کی ضروریاتِ زندگی کی نسبت کہیں زیادہ ہیں .....اس لئے جو کاریگر ہفتے میں صرف چار دن ہی کام کرتا ہے اُس کے پاس اتنا فالتو روپیہ موجود ہے کہ باقی کے دن فارغ رہ کر گزار سکے۔.....میرا خیال ہے کہ میں اس بارے میں کافی کچھ کہہ چکا ہوں کہ ہفتے میں اوسطاً چھ دن کام کرنا کسی قسم کی غلامی نہیں۔ ہمارا مزدور طبقہ یہی کچھ کر رہا ہے اور وہ ہر اعتبار سے تمام محنت کش غریبوں سے بہت خوش ہیں۔[91] لیکن ہالینڈ کے مزدور اتنا ہی کام کارخانوں میں کرتے ہیں اور بڑے خوش باش لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ جب چھٹیاں نہیں آتیں تو فرانسیسی بھی اتنا ہی کام کرتے ہیں۔[92] لیکن ہماری آبادی کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ چونکہ وہ انگریز ہیں اس لئے وہ تمام یورپی اقوام کی نسبت زیادہ آزادی اور حریت سے فیض یاب ہونا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔اب جہاں تک یہ خیال ہماری فوج کی بہادری کا سبب بنتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس سلسلے میں کسی کام کا ہو؛ لیکن کارخانوں میں کام کرنے والا غریب اس اصول پر جتنا کم عمل کرے گا اس سے خود اُس کا اور مملکت کا اُتنا زیادہ فائدہ ہے۔مزدور طبقے کو اس بات کا کبھی گمان نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اپنے آقاؤں سے آزاد ہیں....۔یہ انتہائی خطرناک بات ہے کہ ہمارے ملک جیسی صنعتی ریاست کے محنت کش افراد کی ان معاملات میں حوصلہ افزائی کی جائے؛ ایسے حالات میں کہ جب ہر آٹھ میں سے سات افراد کسی بھی قسم کی ذاتی ملکیت سے عاری ہوں۔ایسی صورتِ حال کا علاج پوری طرح سے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہمارا محنت کش غریب 4 دن کی اُجرت میں پورے چھ دن کام کر کے مطمئن نہیں ہو جاتا۔''[93] اس مقصد کے حصول کے لئے اور ''تساہل پسندی، عیاشی، اور تعیش مزاجی کو ختم کرنے کے لئے'' ''صنعتی جذبات کو ابھارنے کے لئے'' ''اپنے کارخانوں میں محن کی اُجرت کم کرنے کے لئے اور ملک پر غریبوں کے لئے کی گئی بھاری ادائیگیوں کو کم کرنے'' کے لئے سرمائے کے ہمارے ''مخلص ایکارٹ'' مندرجہ بالا آزمودہ نسخہ پیش کرتے ہیں تا کہ ایسے مزدوروں کو جو رعایا کی امداد پر انحصار کرنے لگتے ہیں، یا دوسرے لفظوں میں جو بالکل کنگال ہو جاتے ہیں اُنہیں ''کسی آئیڈیل ورک ہاؤس'' میں بند کر دیا جائے۔ضروری ہے کہ ایسے آئیڈیل ورک ہاؤس ''دہشت کدے'' بنا دیے جائیں نہ کہ غریبوں کی پناہ گاہیں،'' جہاں پر ان کو وافر مقدار میں خوراک مہیا کی جائے اور عمدہ قسم کے لباس بھی بہم پہنچائے جائیں اور جہاں وہ کوئی بھی کام نہ کریں۔''[94] اس ''دہشت کدے'' میں یعنی اس ''آئیڈیل ورک ہاؤس میں غریبوں کو چاہیے کہ وہ دن میں 14 گھنٹے کام کریں جس میں واجبی سا وقت کھانے کے لئے ہو، اور اسے ایسے انداز میں منظم کیا جائے کہ صافی محن کے لئے پورے 12 گھنٹے بچ رہیں۔''[95]

محن کے 12 گھنٹے روزانہ ایک آئیڈیل ورک ہاؤس میں 1770 کے ''دہشت کدے'' میں! اس سے 63 سال بعد یعنی 1833 میں انگلستان کی پارلیمنٹ نے 13 سے 18 سال کے بچوں کے لئے صنعت کی 4 شاخوں

میں دیہاڑی کو گھٹاتے ہوئے پورے 12 گھنٹے کر دیا تو انگلستانی صنعت کا یومِ حساب طلوع ہو گیا! 1852 میں جب Louis Bonaparte نے بورژوازی سماج میں اپنی ساکھ بنانے کے لئے قانونی طور پر مقرر کردہ دیہاڑی کے اوقات میں مداخلت کی تو فرانسیسی مزدور طبقہ یک زبان ہو کر چلا اُٹھا: ''ہمارے لئے وہی قانون اچھا ہے جو جمہوریہ کی قانون سازی کے مطابق دیہاڑی کو 12 گھنٹے تک محدود رکھتا ہے!''[96] Zurich کے مقام پر دس سال سے زیادہ عمر کے بچوں کے لئے کام کی معیاد 12 گھنٹے روزانہ ہے؛ Aargua میں سال 1862 میں 13 سے 16 سال کی عمر تک کے بچوں کے لئے کام کا دورانیہ $12\frac{1}{2}$ گھنٹے سے کم کر کے 12 گھنٹے کر دیا گیا؛ اور آسٹریلیا میں 1860 میں کام کا یہی دورانیہ 14 سے 16 سال کی عمر کے بچوں کے لئے مقرر کیا گیا۔[97] سال 1770 سے اب تک ''یہ کیسی ترقی ہوئی ہے''! میکالے تو بڑا تحسین آمیز نعرہ لگاتا ہے!

کنگالوں کے لئے ''دہشت کدہ'' جس کے بارے، میں 1770 کا ہر سرمایہ دار محض روحانی خواب دیکھ سکتا ہے؛ چند سال گزرنے کے بعد ایک عظیم ''محنت کدے'' کی صورت میں خود صنعتی مزدور کے لئے نمودار ہوا۔ اس کو فیکٹری کہا جاتا ہے۔ اور اس اب کے بار حقیقت کے سامنے تخیل ہوا ہو جاتا ہے۔

فصلِ ششم:

ایک نارمل دیہاڑی کے حصول کی جدوجہد۔ وقتِ محن کی قانونی حد بندی

1833 سے 1864 تک کے انگریزی قوانین برائے کارخانہ داری

جب سرمایہ دیہاڑی کو صدیوں میں اس کی نارمل زیادہ سے زیادہ حد تک؛ پھر اس سے بڑھ کر 12 گھنٹے کی طوالت کے فطری دن تک لے گیا[98] تو اس کے بعد اٹھارویں صدی کی آخری تہائی میں، یعنی مشینری اور جدید صنعت کے آغاز کے دور میں تمام حدود کو توڑنے کی وہ مثالیں سامنے آئیں جو اپنی شدت کے لحاظ سے کسی برف کے طوفان سے کم نہ تھیں۔ اس [طوفان] سے اخلاقیات، فطرت، عمر، جنس اور رات دن کے تمام بندھن ٹوٹتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ قدیم دیہی سادگی میں پایا جانے والا دن اور رات کا تصور بھی اس قدر گڈ مڈ ہوا کہ ایک انگریز جج کو 1860 میں بھی دن اور رات کا قانونی فرق بتانے کے لئے تلمود (Talmud) کی ذکاوت کی ضرورت پیش آئی۔[99] [جبکہ] سرمائے نے اپنی بدمستیوں کا جشن منایا۔

جونہی مزدور طبقہ ___ جو پہلے پہل نئے پیداواری نظام کے شور و غل کی وجہ سے دب سا گیا تھا ___ اعصابی

طور پر ذرا سنبھلا تو اس کی مزاحمت کا آغاز ہو گیا؛ اور یہ مزاحمت سب سے پہلے مشینیت کی جنم بھومی یعنی انگلستان ہی سے شروع ہوئی۔ تاہم جو رعایتیں مزدوروں نے تیس سال میں حاصل کی تھیں وہ بڑی معمولی نوعیت کی تھیں۔ پارلیمنٹ نے 1802 سے لے کر 1833 تک مزدوروں کے 5 قوانین کی منظوری دی لیکن پارلیمنٹ اتنی گھاگھ تھی کہ اُنہوں نے ان قوانین پر عمل درآمد کرانے کے لئے ایک پائی بھی خرچنی گوارا نہ کی، جس کو متعلقہ اہل کاروں پر استعمال ہونا تھا۔100

وہ [قوانین] محض مردہ دستاویزات ہی رہے۔ ''حقیقت یہ ہے کہ 1833 کے ایکٹ سے قبل نوجوان لڑکے اور بچے سارا سارا دن یا ساری ساری رات، یا دن رات کام کیا کرتے تھے۔''101

جدید صنعت میں نارمل دیہاڑی کا آغاز 1833 کے فیکٹری ایکٹس سے ہوتا ہے جس میں روئی، اُون، سن اور ریشم کی فیکٹریاں شامل ہیں۔ سرمائے کے خاصے کے لحاظ سے اِتنی اہمیت کسی اور چیز کی نہیں جتنی 1833 سے 1864 تک کے ''انگلش فیکٹری ایکٹس'' کی ہے۔

1833 کے قانون کی رو سے دیہاڑی کا دورانیہ صبح ساڑھے پانچ سے رات ساڑھے آٹھ بجے تک ہے؛ اور 15 گھنٹے کے اس دورانئے میں چھوٹے لڑکوں (یعنی ایسے لڑکے جن کی عمریں 13 اور 18 سال کے درمیان ہیں) کو دن میں کسی بھی وقت، ملازم رکھنا جائز ہے، اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ کوئی ایک چھوٹا فرد ایک دن میں 12 گھنٹے سے زیادہ کام نہ کرے۔ البتہ ایسی خاص صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں اس کی ضرورت پڑ جائے۔ اس ایکٹ کی چھٹی فصل میں درج ہے: ''یہ کہ روزانہ کام کے دوران ہر اُس شخص کو کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ کھانے کے لئے میسر ہونا چاہیے جسے اب سے پہلے مہیا نہیں تھا۔'' 9 سال سے کم عمر کے بچوں کی ملازمت کو کچھ مستثنیات کے علاوہ_ جس کا ذکر بعد میں آئے گا_ روک دیا گیا۔ 9 سال سے 13 سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے کام کی حد 8 گھنٹے مقرر کی گئی؛ دوسرے لفظوں میں اس قانون میں 9 سے 18 سال تک کی عمر کے تمام لڑکوں کو رات 8:30 سے صبح 5:30 تک کام کرنے سے روک دیا گیا۔

قانون ساز اشخاص کی قطعاً خواہش نہ تھی کہ وہ سرمائے کی آزادی جس سے وہ جوانوں کی قوتِ محنت یا جیسا کہ وہ خود اسے ''محنت کی آزادی'' کا نام دیتے تھے، کا استحصال کرنے پر روک لگاتے، اس لئے انہوں نے ''فیکٹری ایکٹس'' کو سنگین نتائج سے بچانے کے لئے ایک خصوصی نظام تشکیل دیا۔

کمیشن کے مرکزی بورڈ کی پہلی رپورٹ بتاریخ 28 جون، 1833 میں کہا گیا کہ ''فیکٹری سسٹم کی ایک بڑی برائی جو ہمارے علم میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں بچوں کے محنت [کے دورانیے] کو بڑھاتے ہوئے بڑوں کی دیہاڑی کے برابر لایا جانا لازم ہے۔ ہمارے خیال میں اس برائی کا واحد علاج، جو جوانوں کی دیہاڑی کی حدود کو کم

کرنے سے چھوٹا ہے اور جو ہمارے خیال میں اُس سے زیادہ بڑی خامی کا باعث بنتا ہے جس کا تدارک مطلوب ہے، بچوں کو دو جتھوں میں کام کرانے کا منصوبہ ہی لگتا ہے۔ ریلے سسٹم کے نام سے اسی ''منصوبے'' پر ''عمل درآمد'' ہونے کو تھا؛ اور وہ اس مقصد کے لئے کہ فرض کریں کہ صبح 5:30 سے سہ پہر 1:30 بجے تک 9 سے 13 سال کی عمر کے بچوں کا ایک گروہ؛ اور اُس کے بعد 1:30 سے 8:30 بجے رات تک دوسرا گروہ کام کرے، وغیرہ وغیرہ۔

جو کارخانہ دار گزشتہ بائیس سال کے دوران بچوں کے محن کے بارے میں منظور ہونے والے تمام قوانین کو پسِ پشت ڈال چکے ہیں اُنہیں نوازنے کے لئے اس گولی کو اور میٹھا بنایا گیا۔ پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ دے دیا کہ یکم مارچ 1834 کے بعد سے 11 سال سے کم، یکم مارچ 1835 کے بعد سے 12 سال، اور یکم مارچ 1836 کے بعد سے 13 سال سے کم کسی فیکٹری میں 8 گھنٹے سے زیادہ وقت تک کام کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ''سرمائے'' کے بارے میں غور وفکر سے بھرپور یہ ''آزاد خیالی'' اِس وجہ سے قابلِ توجہ بن جاتی ہے جیسا کہ ڈاکٹر فے ری، سرا ے. کارلائسل، سر بی. براڈی، سر سی. بَیل، اور مسٹر جیوتھری وغیرہ_ جن کو ایک فقرے میں لندن کے اعلیٰ ترین فزیشن اور سرجن قرار دیا جاسکتا ہے_ نے ہاؤس آف کامنز کے سامنے گواہی دیتے ہوئے کہا تھا کہ تاخیر خطرناک بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ ڈاکٹر فے ری نے تو بڑے تلخ انداز میں کہا تھا کہ: ''موت کے تدارک کے لئے قانون سازی بہت ضروری ہے، اور ہر اُس صورت میں جس میں یہ قبل از وقت پیش آسکتی ہو؛ اور اِسے (فیکٹری کے طریقۂ کار کو) بہر صورت اس کے سب سے ظالمانہ سبب کی حیثیت سے دیکھنا چاہیے۔''

یہی ''اصلاح یافتہ'' پارلیمنٹ جو کارخانہ داروں کے لئے نرم گوشہ رکھتی تھی 13 سال سے کم عمر کے بچوں کو سالہا سال تک ''فیکٹری کی دوزخ'' میں ہفتے کے 72 گھنٹے کام کرنے کے لئے سرزنش کرتی رہی۔ جبکہ دوسری طرف Emancipation Act میں، جس نے تھوڑا تھوڑا کر کے آزادی کو بھی لاگو کیا، زمینداروں کو منع کر دیا کہ وہ نیگرو غلاموں سے ایک ہفتے میں 45 گھنٹے سے زیادہ کام نہ کرائیں۔

لیکن کسی طرح بھی تسلی نہ ہونے پر سرمائے نے اب کی بار بڑا پُرشور احتجاج شروع کر دیا جو کئی سال تک جاری رہا۔ یہ احتجاج بنیادی طور پر اُن کی عمر کے نقطے پر مرکوز تھا جنہیں بچوں کا نام دے کر 8 گھنٹے کام تک محدود کر دیا گیا تھا، اور جن کے لئے ایک خاص وقت تک تعلیم حاصل کرنا ضروری تھا۔ سرمایہ دارانہ علمِ نسلیات کی رو سے بچپن 10 یا زیادہ سے زیادہ 11 سال کی عمر میں ختم ہوجاتا ہے۔ فیکٹری ایکٹ کو شدید ترین انداز میں مسلط کرنے کا وقت، یعنی 1836 کا تباہ کُن سال، جتنا قریب آتا گیا کارخانہ داروں کا گروہ اُتنا ہی خوفناک شور وغوغا کرنے لگ پڑا۔ اصل میں اُنہوں نے حکومت کو اس قدر خوف زدہ کر دیا تھا کہ 1835 میں اس نے یہ تجویز دی گئی کہ بچپن کی عمر کو 13 سال سے کم کر کے 12 سال کر دیا جائے۔ اسی دوران باہری دباؤ اور شدید ہوگیا۔ ہاؤس آف کامنز کے

حوصلے جواب دے گئے۔ اُنہوں نے 13 سال کے بچوں کو مسلسل 8 گھنٹے تک سرمائے کی Juggernaut Car بھاری بھرکم گاڑی کے پہیوں تلے دینے سے انکار کردیا؛ چنانچہ 1833 کا ایکٹ پوری سختی سے لاگو کردیا گیا۔ اس قانون میں 1844 تک کوئی تبدیلی نہ آئی۔

دس سال کے جس عرصے کے دوران اس قانون کو امورِ کارخانہ داری کے سلسلے میں پہلے جزوی اور پھر کُلی طور پر فعال بنایا گیا، اُسی دوران فیکٹری انسپکٹروں کی رپورٹیں ایسی شکایات سے بھری ہوئی ملتیں کہ اس قانون پر عمل درآمد ناممکن ہے۔ سرمائے کے آقاؤں کو 1833 کے قانون کے ذریعے جب یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس صبح 5:30 سے رات 8:30 تک یعنی 15 گھنٹے کے وقت کے دوران ''جوانوں'' یا ''بچوں'' کے کام کا جس وقت چاہے آغاز کریں اور جس وقت چاہے اُسے ختم کریں؛ اور یہ اختیار بھی اُنہیں تفویض کردیا گیا کہ وہ جب چاہیں مختلف لوگوں کو کھانے پینے کے لئے وقفہ کرنے کی اجازت دیں؛ تو ان شُرفاء نے جلد ہی ''ادلی بدلی کا ایک نیا نظام'' دریافت کرلیا۔ اس نظام کے تحت محنت کرنے والے گھوڑوں کو ان کے مقررہ اسٹیشنوں پر بدلا نہیں جاسکتا تھا؛ بلکہ بدلی والے اسٹیشنوں پر انہیں دوبارہ جوت لیا جاتا۔ ہم اس نظام کے حسن پر زیادہ عرصہ نہیں رُکیں گے کیونکہ تھوڑی دیر میں ہم اس کی طرف ایک بار پھر رجوع کرنے والے ہیں۔ لیکن پہلی ہی نظر میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس نظام نے پورے کے پورے فیکٹری ایکٹ کو نہ صرف اس کی روح بلکہ اس کے مفہوم میں بھی بے معنی کر کے رکھ دیا۔ سوال یہ ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کے بارے میں اس قدر پیچیدہ حساب کتاب رکھتے ہوئے فیکٹری کے معائنہ کاروں کے لئے کس طرح ممکن تھا کہ وہ کام اور کھانے کے قانونی طور پر مقرر کردہ اوقات کار کو نافذ العمل کرواتے؟ بہت ساری فیکٹریوں میں پہلے والے مظالم ایک بار پھر لوٹ آئے اور ان کا محاسبہ بھی نہ کیا گیا۔ ہوم سیکٹری کے ساتھ ایک انٹرویو (1844) میں فیکٹری کے معائنہ کاروں نے اس بات کا اظہار کیا کہ نیا بننے والا ریلے سسٹم ہر قسم کے نظم وانضباط سے عاری ہے۔[102] تاہم اس عرصے میں حالات ایک زبردست تبدیلی سے دوچار ہوئے۔ فیکٹری کے مزدوروں نے (بالخصوص 1838 سے) دس گھنٹوں کے بل کو اپنا معاشی انتخابی نعرہ بنالیا جیسا کہ اس سے قبل انہوں نے چارٹر کو اپنا سیاسی-انتخابی نعری بنایا تھا۔ بعض کارخانہ دار___ جن میں وہ بھی شامل تھے جو اپنی فیکٹریوں کو 1833 کے قانون کے مطابق چلا رہے تھے___ پے در پے ایسی یادداشتیں پیش کر کے پارلیمنٹ کو عاجز لے آئے جن میں اُنہوں نے اپنے اُن دغاباز بھائیوں کے غیر اخلاقی رویے کا ذکر کیا تھا جن کو اُن کی حد سے متجاوز بے احتیاطی اور زیادہ سازگار مقامی حالات نے قانون توڑنے پر آمادہ کیا تھا۔ علاوہ ازیں کارخانہ دار کو اپنی ہوس کی تسکین کا جتنا بھی زیادہ موقع کیوں نہ مل جاتا ہو مگر کارخانہ دار طبقے کے نمائندوں اور سیاسی راہنماؤں نے مزدور طبقے کے بارے میں اپنا اندازِ گفتار بدل دیا۔ وہ قانون برائے غلہ کے خلاف میدان میں اُتر چکے تھے اور

اُنہیں جیت کے لئے کارندوں کی حمایت درکار تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے مزدوروں کو نہ صرف پہلے سے دُگنی بڑی روٹی دینے کا وعدہ کیا بلکہ 10 گھنٹے کے بل کو پُرسکون آزاد تجارت میں قانون کا درجہ دینے کی بھی حامی بھر لی۔ [103] پس ایک ایسے اقدام کے خلاف اُنہیں مزاحمت کرنے کی جرأت بہت کم تھی جس کے تحت 1833 کے قانون کو عملی شکل دینا تھی۔ اپنے مقدس ترین مفاد__ زمین کے لگان__ کو خطرے میں دیکھ کر ٹوریز [پارٹی] انسانی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوتے ہوئے اپنے مخالفین کی ''مکارانہ سرگرمیوں'' [104] کے خلاف خوب گرجے برسے۔

7 جون 1844 کے ایڈیشنل فیکٹری ایکٹ کی ابتدا اس طرح ہوئی۔ یہ قانون 10 ستمبر 1844 کو نافذ العمل ہوا۔ اس کے ذریعے مزدوروں کے ایک اور طبقے یعنی 18 سال سے زیادہ عمر کی عورتوں کو تحفظ حاصل ہوا۔ اُن کو ہر لحاظ سے نوجوانوں سے مساوی حقوق دیے گئے۔ اُن کے محن کا دورانیہ کم کر کے 12 گھنٹے کر دیا گیا، رات کا کام ختم کر دیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔ پہلی مرتبہ قانون اس بات پر مجبور ہوا کہ سرکاری طور پر جوانوں کے محن کو اصول ضابطے کے تحت لایا جائے۔ 45-1844 کی فیکٹری رپورٹ میں اس بات کا بڑی طنزیہ انداز سے ذکر کیا گیا ہے کہ: ''ایسی کوئی مثال میرے سننے میں نہیں آئی جس میں نوجوان عورت نے اپنے حقوق میں مداخلت کے بارے میں کوئی شکایت کی ہو [105]۔'' 13 سال سے کم عمر کے بچے کے لیے کام کا دورانیہ کم کر کے $6\frac{1}{2}$ گھنٹے اور بعض صورتوں میں 7 گھنٹے روزانہ کر دیا گیا۔ [106]

''جعلی قسم کے ریلے سسٹم'' کی بُرائیوں سے نجات پانے کے لیے جو قانون وضع کیا گیا اُس میں دیگر ضوابط کے ساتھ ساتھ حسبِ ذیل بھی کافی اہم ہیں: ''یہ کہ بچوں اور بڑوں کے کام کے گھنٹوں کو صبح اس وقت سے شمار کیا جانا چاہیے جب یہ اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں۔'' مطلب یہ کہ اگر A اپنے کام کا آغاز صبح 8 بجے کرتا ہے، اور B دس بجے تو اس صورت میں دیہاڑی کا اختتام اُسی وقت ہوگا جب A کا وقت ختم ہوتا ہے۔ ''وقت کو کسی بھی مقامی گھڑی سے متعین کیا جائے گا'' مثال کے طور پر قریبی ریلوے کے کلاک سے جس سے کارخانے کی گھڑی ملا دی جائے۔ منتظم کی ڈیوٹی یہ ہوگی کہ وہ کام کے آغاز و اختتام اور کھانے کے اوقاتِ کار اور وقفوں کو ایک واضح نوٹس کی شکل میں لٹکا دے۔ دوپہر 12 بجے سے پہلے سے کام کرنے والے بچوں کو 1 بجے کے بعد کام پر لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ دوپہر والی شفٹ میں دوسرے بچے کام کریں گے۔ کھانے کے لئے وقف ڈیڑھ گھنٹے میں سے ''کم از کم ایک گھنٹہ سہ پہر 3 بجے سے قبل دیا جائے گا.... اور دن کے اسی دورانئے میں۔ اس بات کی اجازت بھی نہ ہوگی کہ کسی بچے یا نوعمر کو کھانے کے لیے کم از کم آدھے گھنٹے کا وقفہ دیے بغیر 5 گھنٹے سے زیادہ کام پر لگائے رکھا جائے۔ کوئی بھی بچہ یا جوان [یا عورت] کھانے کے وقت میں کسی ایسے کمرے میں نہیں جائے گا جس میں اس وقت

مصنوعات سازی کا کام جاری ہو' وغیرہ وغیرہ۔

اس بات کا پتا چل چکا ہے کہ یہ جزئیات جو فوجی یکسانگی کے ساتھ گھنٹے کی ضرب کے ذریعے کام کے اوقات، کام کی حد بندیوں اور کام کے وقفوں کو بیان کرتے ہیں، پارلیمنٹ کے اپنے تخیل کی پیداوار ہرگز نہیں تھیں۔ جدید طبع پیداوار کے فطری اصولوں کی حیثیت سے انہوں نے [معاشرتی] حالات سے بتدریج نشو ونما پائی تھی۔ حکومت کی طرف سے ان قوانین کی تشکیل، سرکاری تصدیق، اور ان کا اعلان طبقات کی طویل جدوجہد کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ ان کے بہت سے نتیجوں میں سے ایک یہ تھا کہ عملی طور پر فیکٹریوں میں کام کرنے والے بالغ عمر کے مزدوروں کی دیہاڑی کا مسئلہ انہی حد بندیوں کے تحت آ گیا کیونکہ ابھی تک بہت سارے پیداواری نظاموں میں بچوں، جوانوں، اور عورتوں کی مدد نا گزیر ہے۔ چنانچہ مجموعی طور پر 1844 سے لے کر 1848 تک 12 گھنٹے کی دیہاڑی صنعت کی تمام شاخوں میں فیکٹری ایکٹ کے ذریعے رائج اور مقبول ہو گئی۔

تاہم کارخانہ داروں نے اس ''ترقی'' کی تلافی کے لئے ''رجعت پسندانہ'' پہلو کے بغیر اسے برداشت نہ کیا۔ کارخانہ داروں کے اکسانے پر ہاؤس آف کامنز نے قابلِ استحصال بچوں کی عمر کی حد 9 سے کم کر کے 8 سال کر دی تا کہ فیکٹری کو اضافی بچوں کی رسد مہیا ہوتی رہے جو الوہی اور انسانی قانون کی رو سے سرمایہ دار کا حق ہے۔ 107

1846-47 کے سال انگلستان کی تاریخ میں عہد ساز سال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غلہ کے قوانین اور روئی اور دیگر خام مالوں پر محصولات کی تنسیخ کو آزاد تجارت نے قانون سازی کا رہنما اصول _ دوسرے لفظوں میں _ ایک نئے عہدِ سعادت کا آغاز خیال کیا۔ دوسری طرف سالِ مذکورہ ہی میں چارٹسٹ تحریک اور دس گھنٹے کے بارے میں ہونے والے احتجاج بھی عروج کو پہنچ گئے۔ انہیں ٹوریوں میں اپنے اتحادی مل گئے جنہیں اپنا حساب چکانا تھا۔ آزاد تجارت کے جھوٹے دعویداروں کی فوج، جس کے کرتا دھرتا برائٹ اور کوبڈن تھے، کی شدید مخالفت کے باوجود، اور جس کے لئے اتنی لمبی جدوجہد کی گئی تھی، دس گھنٹے کے بل نے پارلیمنٹ سے منظوری پا لی۔

8 جون 1847 کے نئے فیکٹری ایکٹ نے حکم نامہ صادر کیا کہ یکم جولائی کو (13 سے 18 سال تک کے) ''نوعمر'' بچوں کے لئے دیہاڑی میں ابتدائی تخفیف ہونی چاہیے؛ اور تمام عورتوں کے لیے دیہاڑی 11 گھنٹے کی ہو۔ لیکن یکم مئی 1948 سے دیہاڑی کی حد 10 گھنٹے کا واضح دورانیہ ہو۔ دوسرے حوالوں سے اس قانون نے 1833 اور 1834 کے قوانین کی ترمیم اور توسیع وتکمیل کی۔

سرمائے نے اب یکم مئی 1848 سے نافذ العمل قانون کے خلاف ابتدائی مہم کا آغاز کر دیا۔ اور خود مزدور کو بھی _ اس عذر کے تحت کہ تجربے نے اُنہیں سبق دیا ہے _ اُن کے اپنے کام کے خلاف کام کرنے پر مجبور کیا گیا۔

موقع بھی بڑی عیاری سے چُنا گیا تھا۔ ''یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ کارخانے کے مزدوروں کا (1846-1847 کے خوفناک بحران کے نتیجے میں) دو سال سے زیادہ عرصہ مصیبتیں جھیلتے گزرا ہے کیونکہ بعض مِلوں میں مزدوری کے اوقات محدود کر دیے گئے اور اکثر بند ہو گئیں۔ اس وجہ سے مزدوروں کی اچھی خاصی تعداد بڑی مشکل سے گزر بسر کر رہی تھی؛ اور بہت سے مقروض تھے چنانچہ یہ آسانی سے فرض کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ وقت میں وہ لوگ دیہاڑی کا زیادہ عرصہ کام کرنا چاہیں گے تاکہ ماضی کے خسارے پورے کئے جا سکیں؛ یا غالباً قرضوں کی ادائیگی کی جا سکے یا رہن رکھی گئی چیزوں کو چھڑایا جا سکے یا پھر فروخت شدہ مال کی جگہ نیا خریدا جا سکے، یا اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے نئے کپڑے سلوائے جا سکیں۔'' 108

ان حالات کی فطری شدت میں اضافہ کرنے کے لئے کارخانہ دار نے اُجرت میں 10% کی عمومی کمی کر دی۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ سارے اقدام آزاد تجارت کے ایک نئے دور کے آغاز کی خوشی منانے کے لئے گئے تھے۔ اس کے بعد دیہاڑی کی طوالت کو کم کرتے ہوئے جونہی 11 گھنٹے کیا گیا تو اُجرت میں $8\frac{1}{3}$ فیصد کی مزید کمی کر دی گئی۔ پھر آخر کار جب دیہاڑی کو 10 گھنٹے کیا گیا تو اُجرتوں میں کمی کو دُگنا کر دیا گیا۔ اور جس جگہ بھی حالات نے اجازت دی اُجرتوں کو 25% تک کم کر دیا گیا۔ 109 اس قسم کے سازگار اور تیار شدہ حالات میں فیکٹری کے مزدوروں کے درمیان 1847 کے ایکٹ کی بابت تحریک کا آغاز ہوا۔ اس کوشش میں غلط بیانیوں میں کمی کی گئی، نہ رشوت ستانیوں میں اور نہ ہی دھمکیوں میں۔ لیکن یہ سارے حربے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ جہاں تک ان چھ پٹیشنوں کا تعلق ہے جنہیں مزدوروں کو مجبور کر کے داخل کروایا گیا کہ وہ اپنے اوپر ''ایکٹ کے ڈھائے جانے والے مظالم'' کو بیان کریں، اُنہوں نے خود زبانی گواہیوں میں کہا کہ اُن کے دستخط زبردستی وصول کئے گئے ہیں۔ ''وہ اپنے آپ کو مظلوم تو ضرور تصور کرتے؛ مگر اس کی وجہ کارخانے کا قانون نہیں ہے۔'' 110 لیکن اگرچہ کارخانہ دار مزدوروں کو اپنی مرضی کے مطابق بلوانے میں ناکام رہے، مگر اخبارات اور پارلیمنٹ میں وہی مزدوروں کے نام پر شور وغل مچاتے تھے۔ اُنہوں نے فیکٹری کے انسپکٹران کی مذمت کرتے ہوئے اُنہیں ایسے انقلابی کمشنروں کی مثل قرار دیا جو فرانس کے نیشنل کمشنر کی مانند کارخانوں کے آفت زدہ ملازمین کو اپنی بشریت پسندانہ ترنگوں پر بڑی بے دردی سے قُربان کر دیتے ہیں۔ یہ حربہ بھی ناکام رہا۔ فیکٹری انسپکٹر 'لیونارڈ ہارنر' نے خود اپنی اور اپنے ماتحت کی ذمہ داری پر لنکا شائر کے کارخانوں سے بہت سارے لوگوں کی گواہیاں جمع کیں۔ جن مزدوروں نے گواہی دی اُن میں 70% نے 10 گھنٹے کے بل کی حمایت میں بیان دیا، بہت تھوڑی تعداد نے 11 گھنٹے کی حمایت کی، اور تقریباً ایک انتہائی معمولی حصے نے پرانے والے 12 گھنٹے کے بل کی حمایت کی۔ 111

ایک اور ''دوستانہ'' چال یہ چلی گئی کہ جوان مزدوروں سے 12 سے 15 گھنٹے تک کام کرایا جائے۔ اور پھر

اِسے اس بات کا ثبوت بنایا گیا کہ پرولتاریہ کی یہی مرضی ہے۔لیکن ''بے رحم'' فیکٹری انسپکٹر لیونارڈ ہارنر ایک بار پھر میدان میں کود پڑا۔اوورٹائم میں کام کرنے والوں کی اکثریت نے بیان دیا کہ ''وہ کم اجرتوں پر بھی دس گھنٹے کام کر کے خوش ہیں؛ لیکن یہ ہے کہ اُن کی مرضی نہیں چلتی بہت سارے مزدور بے روزگار ہیں (بہت سارے جولاہے ٹوٹے ہوئے دھاگوں کو جوڑ کر بڑی تھوڑی اُجرت وصول کر رہی ہے، اس لئے کہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔) یہ کہ اگر وہ لمبی شفٹوں میں کام کرنے سے انکار کر دیں تو ان کی جگہ فوراً دوسرے مزدور آ جائیں گے۔ اس لئے اُن کے سامنے سوال یہ ہے کہ یا تو وہ طویل شفٹوں میں کام کریں یا پھر بے روزگار ہو کر رہ جائیں۔112

اس طرح سرمائے کی ابتدائی مہم ناکام ہوگئی اور یکم مئی 1848 کو 10 گھنٹے کا بل نافذ العمل ہو گیا۔لیکن اس دوران میں چارٹسٹ پارٹی کی تحریک کے بکھرنے نے_ جس کے لیڈروں کو جیل بھیج دیا گیا اور تنظیم کو توڑ دیا گیا_ انگریز مزدور طبقے کے اعتماد کو ہلا کر رکھ دیا۔اس [واقعے] کے فوراً بعد پیرس میں اُٹھنے والی بغاوت اور اس بغاوت کے خونی سدِ باب نے مل کر نہ صرف انگلستان میں بلکہ پورے برِ اعظم میں تمام قسم کے حکمران طبقوں، زمینداروں اور سرمایہ داروں، سٹاک ایکسچینج کو بھیڑیوں اور دکان داروں، تجارت کے ٹھیکے داروں اور آزاد تاجروں، حزبِ اختلاف اور حکومتی حامیوں، آزاد خیال لوگوں اور پادریوں، نوجوان طوائفوں اور بوڑھی راہبوں، وغیرہ سب کو ذاتی ملکیت، مذہب، خاندان اور معاشرے وغیرہ کو بچانے کے نعرے پر متحد کر دیا۔مزدور طبقے کو ہر جگہ تقریباً مشکوک قرار دیتے ہوئے اُن پر پابندی لگا دی گئی۔اب سرمایہ دار کو ایسی کوئی مجبوری نہ تھی کہ اپنے آپ کو حد میں رکھتے۔انہوں نے نہ صرف 10 گھنٹے کے بل کے خلاف سرِ عام بغاوت کی بلکہ 1833 کے بعد سے بننے والے اُن تمام قوانین کے خلاف بھی باغیانہ روش اختیار کر لی جن میں قوتِ محنت کے کھلم کھلا استحصال پر کسی حد تک پابندی لگائی گئی تھی۔غلامی کے حق میں یہ ایک چھوٹی سطح کی بغاوت تھی جو انسان دشمن بے رحمی کے ساتھ تقریباً دو سال تک جاری رہی؛ یعنی ایک ایسی تخریبانہ توانائی کے ساتھ جس میں اس کا کچھ نہیں جاتا تھا کیونکہ باغی سرمایہ دار نے اپنے [مزدوروں] کی کھال کے علاوہ کوئی اور چیز داؤ پر نہ لگائی تھی۔

اس کے بعد جو واقعات رونما ہوئے اُنہیں سمجھنے کے لئے ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ فیکٹری سے متعلقہ 1833، 1844، اور 1847 کے تینوں قوانین اس انداز میں نافذ العمل تھے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک دوسرے کی تنسیخ نہ کرے؛ وہ اس طرح کہ ان قوانین میں سے کسی نے بھی 18 سال سے زیادہ عمر کے مزدور کی دیہاڑی کا تعین نہیں کیا؛ چنانچہ 1833 کے بعد سے یہی 15 گھنٹے_ یعنی صبح 5:30 سے شام 8:30_ کے دورانیے ہی کو قانوناً دیہاڑی تصور کیا گیا۔انہی 15 گھنٹوں کے اندر رہتے ہوئے کم سِنوں اور عورتوں کو پہلے 12 گھنٹے اور بعد ازاں 10 گھنٹے کا محنت سرانجام دینا ہوتا تھا۔

کارخانہ دار نے جزوی طور پر اور بعض مقامات پر تو نصف کے برابر ملازمین کو ملازمتوں سے برخواست کرتے ہوئے اور جوانوں کی رات کی پوری شفٹ بحال کرتے ہوئے، جوابی کارروائی کا آغاز کیا۔ اور یہ شور بھی مچایا کہ دس گھنٹے کے قانون نے ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔113

اُن کے دوسرے اقدام کا تعلق کھانے کے لیے قانونی طور پر مقرر کردہ وقفوں سے تھا۔ اس سلسلے میں ہم فیکٹری انسپکٹران کی طرف متوجہ ہوتے ہیں: ''جب سے محن کے دورانیے کو دس گھنٹے کیا گیا ہے فیکٹریوں کے مالکان کا کہنا ہے کہ اگرچہ ابھی تک اُنہوں [فیکٹری مالکان] نے انتہائی اقدام نہیں اٹھایا؛ فرض کریں کہ کام کا دورانیہ صبح 9 بجے سے شام 7 بجے تک ہو تو اس صورت میں وہ قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لیے صبح 9 بجے سے ایک گھنٹہ قبل اور شام 7 بجے سے آدھا گھنٹہ بعد [کھانے کے لیے] وقفہ کرنے کی اجازت دیں گے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ اُنہوں نے شام کے کھانے کے لئے ایک یا آدھے گھنٹے کا وقفہ کرنے کی اجازت دے دی ہو؛ اور ساتھ اس بات پر زور دیا کہ دیہاڑی کے اوقاتِ کار کے دوران وہ ایک آدھ گھنٹے کا وقفہ دینے کے پابند نہیں ہیں۔''114 چنانچہ کارخانہ داروں نے اصول بنا رکھا تھا کہ 1844 کے قانون کی سخت پابندی مزدوروں کو صرف اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ کھانے کے اوقات کی بابت کام پر آنے سے قبل اور کام ختم ہونے کے بعد [یعنی گھر جا کر] ہی وقفہ کر سکتے ہیں۔ اور کام کرنے والے صبح 9 بجے سے پہلے ہی شام کا کھانا کیوں نہیں کھا لیتے؟ تاہم سرکاری وکلاء کا فیصلہ یہ تھا کہ کھانے کے لیے وضع کے گئے وقفے ''دیہاڑی کے اوقات کے دوران ہی ہونے چاہئیں''، مزید یہ کہ صبح 7 بجے سے شام 9 بجے تک مسلسل 10 گھنٹے کام کا جاری رہنا قانوناً جائز نہ ہوگا۔''115

ان خوش گوار اقدامات کے بعد، سرمائے نے اپنی بغاوت کا آغاز ایک ایسے قدم سے کیا جو 1844 کی قانونی شقوں کے عین مطابق تھا چنانچہ قانون کے تحت ہی شمار کیا گیا۔

1844 کے قانون نے 8 سے 13 سال تک کی عمر کے ایسے بچوں کو 1 بجے کے بعد کام پر لگانے پر پابندی عائد کر دی جو دوپہر سے پہلے کام کر رہے ہوں۔ لیکن اس قانون میں دوپہر 12 بجے یا اس کے بعد کام کا آغاز کرنے والے بچوں کے لئے $6\frac{1}{3}$ گھنٹے کے کام کو کسی طرح سے بھی منظم نہ کیا۔ اگر 8 سال کی عمر کے بچے دوپہر کے وقت اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں تو اُن سے 12 بجے سے لے کر 1 بجے تک یعنی ایک گھنٹہ، اور 2 بجے سے لے کر 4 بجے تک دو گھنٹے؛ پھر 5 سے شام 8:30 یعنی ساڑھے تین گھنٹے یوں مجموعی طور پر کُل $6\frac{1}{3}$ گھنٹے قانوناً کام لینا چاہیے۔ یا ایک صورت اس سے بھی بہتر ہے۔ اگر کارخانہ دار یہ چاہے کہ اُن کا کام جوان مزدوروں کے کام سے ہم آہنگ ہو جائے تو اُنہیں سہ پہر 2 بجے تک کوئی کام نہ دیا جائے؛ اس صورت میں وہ اُن سے بغیر کسی وقفے کے

مسلسل شام 8:30 بجے تک کام لے سکیں گے۔''اور اب یہ واضح طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے کہ یہ طریقۂ کار انگلستان میں مِلوں کے مالکان کی اِس خواہش کے تحت رائج ہوا کہ وہ اپنی مشینوں کے 10 گھنٹے سے زیادہ عرصہ تک چلائے رکھنا چاہتے تھے، اور اگر فیکٹری مالکان چاہیں تو بچوں اور عورتوں کو بھی جوانوں کے ساتھ شام 8:30 تک کام پر لگائے رکھیں۔''116 مزدوروں اور فیکٹری انسپکٹروں نے اس صورتِ حال میں صحت اور اخلاقیات کو بنیاد بنا کر احتجاج کیا؛ لیکن سرمائے کا جواب تھا:

''میرے اعمال کا تعلق میرے ساتھ ہی ہے! میں قانون کا متمنی ہوں

اور میرے حصے کی سزا یا جزا اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔''

درحقیقت 26 جولائی 1850 کو ہاؤس آف کامنز کے سامنے پیش کئے جانے والے تمام اعداد و شمار کے مطابق، تمام احتجاجات کے باوجود 15 جولائی 1850 کو 3,742 بچے اسی طرح 257 کارخانوں میں تختۂ مشق بن رہے تھے۔117 لیکن یہی کافی نہ تھا۔ سرمائے کی تیز آنکھ نے یہ معلوم کیا کہ 1844 کے قانون میں دوپہر سے پہلے تو کوئی وقفہ کئے بغیر مسلسل 5 گھنٹے کام کرانے کی اجازت نہیں دی گئی، لیکن اس میں دوپہر کے بعد والے کام کی کسی بھی نوعیت پر کوئی قدغن نہیں لگائی گی۔ چنانچہ اس نے نہ صرف 8 سال کی عمر کے بچوں کو 2 بجے سے 8:30 تک مسلسل کام کرانے سے خود کو محظوظ کیا بلکہ اُن کو اس دوران بھوکوں رکھ کر بھی لطف اندوز ہوا۔

''ارے، اُس کا دِل،

معاہدے میں تو یہی لکھا ہے۔''118

شائلاک shylock کے انداز میں 1844 کے قانون کے الفاظ کے ساتھ چمٹ کر رہ جانے کا مقصد، جہاں تک کہ اس قانون نے بچوں کے محن کو منظّم کیا، یہ تھا کہ اس قانون کے خلاف کھلی بغاوت کا آغاز کیا جائے، جہاں تک یہ قانون ''جوان لوگوں اور عورتوں کے کام کو اصول ضابطے کے تحت لاتا تھا۔'' یہ بات یاد رکھی جائے گی کہ اس قانون کا خاص مقصد و منشا ''ریلے کے غلط نظام'' کی تنسیخ تھا۔ مالکان نے اس بیان کے ساتھ اپنی بغاوت کا آغاز کر دیا کہ 1844 کے قانون کی دفعات جن کی رو سے مالک پر روک لگا دی گئی کہ وہ اپنی مرضی سے بچوں اور عورتوں کا استعمال چھوٹے چھوٹے وقفوں میں 15 گھنٹوں کی دیہاڑی کے دوران نہیں کر سکتا ''نسبتاً بے خطر'' ہیں جب تک کہ دیہاڑی کی قانونی حد 12 گھنٹے کر دی گئی ہے۔ لیکن 10 گھنٹے کے قانون کے تحت وہ [قوانین] ''سخت مشکل'' تھے۔119 اُنہوں نے انسپکٹروں کو بڑے ٹھنڈے طریقے سے آگاہ کیا کہ اُنہیں چاہیے کہ خود کو قانون کی حد سے بالا رکھیں، اور پرانے نظام کو اپنی ذمہ داری پر ہی بحال کر دیں۔120 وہ تو خود گمراہ شدہ مزدوروں کے حق میں کام کر رہے تھے، ''تا کہ ان کو زیادہ اُجرتیں دینے کے قابل ہو سکیں۔'' ''یہی وہ واحد ممکن منصوبہ تھا جس کے

ذریعے دس گھنٹے کے بل کے تحت برطانیۂ عظمیٰ کی صنعتی برتری کو برقرار رکھا جا سکتا تھا۔'' ''ممکن ہے کہ ریلے کے نظام کے تحت بے قاعدگیوں کا سراغ لگانا کچھ مشکل ہو؛ لیکن اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟ آیا کہ اس ملک کے عظیم صنعتی مفاد کو محض اس وجہ سے ثانوی حیثیت دی جائے کہ فیکٹری انسپکٹروں اور ان کے معاونین کو کچھ اُلجھنوں سے بچایا جا سکے؟''[121]

لیکن یہ ساری کی ساری چال بازیاں بے نتیجہ ہی رہیں۔ فیکٹری انسپکٹران نے قانونی عدالتوں کی طرف رجوع کیا۔ لیکن جلد ہی مالکان کی طرف سے ہوم سیکرٹری جارج گرے George Grey کو پیش کی جانے والی تمام درخواستوں پر گرد کے ایسے بادل حائل ہو گئے کہ 5 اگست 1848 کے ایک اعلامیے میں اُس نے انسپکٹران کو مشورہ دیا کہ وہ ''ایسے مِل مالکان کے خلاف معلومات مہیا نہ کریں جو قانون کی شقوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور غیر قانونی طور پر چھوٹے بچوں کو ریلے سسٹم کے تحت کام پر لگاتے ہیں اور ایسی صورت میں کہ جب اُن کے پاس کوئی ایسا ثبوت بھی نہ ہو جس سے یہ پتا چلتا کہ ایسے نوجوانوں کو اُس عرصے سے زیادہ وقت تک کام پر لگائے رکھا جاتا ہے جو اُن کے لئے قانونی طور پر جائز ہے۔'' اس موقع پر فیکٹری انسپکٹر جے سٹیورٹ نے پورے سکاٹ لینڈ میں اس بات کی اجازت دے دی کہ نام نہاد ہاڑی کے پورے 15 گھنٹے ریلے سسٹم کے تحت کام چلانے کی اجازت دے دی، چنانچہ اس جگہ یہ جلد ہی ترقی کر گیا۔ دوسری طرف انگریز فیکٹری انسپکٹران نے اعلان کیا کہ ہوم سیکرٹری کے پاس ایسے کوئی اختیارات نہیں کہ قانون معطل کر سکے؛ چنانچہ اُنہوں نے اس غلامی پسند بغاوت کے خلاف اپنی قانونی کارروائیاں جاری رکھیں۔

لیکن اُس وقت سرمایہ داروں کو عدالتوں میں اکٹھا کرنے سے کیا حاصل جب عدالتیں_ اس معاملے میں دیہی مجسٹریٹ یعنی ''کوبٹ Cobbett کے عظیم بے تنخواہ ''_ ہی انہیں رہا کر دیں؟ ان عدالتوں میں تو مالکان خود ہی اپنے فیصلے صادر کرنے کو آن موجود ہوتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں: Kershaw, Leese, & Co., نامی روئی کاتنے والی ایک مِل چلانے والے آدمی Eskrigge نے اپنے ضلع کے فیکٹری انسپکٹر کے سامنے اپنی مِل میں رائج کرنے کے ارادے سے ایک ریلے کے نظام کی پوری تفصیل رکھی۔ انکار سُن کر وہ پہلے تو خاموش رہا۔ چند ماہ بعد رابنسن نامی ایک شخص جو روئی کاتنے والے کارخانے کے مالک تھا گو کہ Eskrigge کا مقلد تو نہ تھا اسٹاک پورٹ کے مجسٹریٹوں کے سامنے اس الزام میں پیش ہوا کہ اِن صاحب نے بھی اُسی قسم کا ریلے کا نظام تیار کیا ہے جیسا Eskrigge نے ایجاد کیا تھا۔ چار منصفین اُس مقدمے کے سماعت کے لئے براجمان ہوئے۔ اُن میں سے تین روئی کاتنے والے کارخانوں کے مالک تھے اور اُن کا افسر یہ Eskrigge نامی شخص ہی تھا۔ Eskrigge نے رابنسن کو آزاد کر دیا چنانچہ وہ اب اس نظریے کا قائل تھا کہ جو بات رابنسن کے لیے درست ہے

ایسکر یگی کے لیے بھی موزوں ہے۔خود اپنے دئے ہوئے فیصلے سے متاثر ہو کر اُس نے ریلے کا یہی نظام اپنے کارخانے میں بھی رائج کر دیا۔122 یقیناً اس عدالت کا قیام بذاتِ خود قانون شکنی ہے123۔انسپکٹر ہووِل کہتا ہے کہ ان قانونی اداروں کو ''خود اصلاح کی اشد ضرورت ہے_یا تو ایسا ممکن ہو کہ قانون اس انداز میں بدلا جائے کہ وہ ان فیصلوں کے مطابق ڈھل جائے ؛ یا یہ کہ قانون کو کم غلطی کرنے والی عدالتیں نافذ کریں جن کے فیصلے قانون کے مطابق ہوں.....جب ایسے مقدمات عدالتوں میں لائے جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ [ان معاملات میں]وظیفہ خور مجسٹریٹ مقرر کئے جائیں۔''124

شاہی وکلاء نے مِل مالکان کے 1848 کے قانون کی بابت تاویلات کو مضحکہ خیز قرار دیا ہے۔لیکن سماج کے ناخداؤں نے خود کو اپنے مقصد سے ہٹنے کی اجازت نہ دی۔ لیونارڈ ہارنر رقم طراز ہے: ''یہ کوشش کرنے کے لئے کہ یہ قانون نافذ ہو، سات مجسٹریٹی عدالتوں میں دس مقدمات درج کرانے اور صرف ایک مجسٹریٹ سے حمایت حاصل کرنے کے بعد.....میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قانون کی اس خلاف ورزی کے خلاف مزید مقدمات دائر کرانا بے نتیجہ ہے۔1848 کے قانون کا وہ حصہ جو محن کے دورانیے میں یکسانگی پیدا کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا،.....میرے علاقے (لنکاشائر) میں اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ جب ہم کسی مِل کا معائنہ کرتے ہیں جس میں شفٹیں چلا کر کثرتِ کار کی جا رہی ہے،تو میرے اور میرے ماتحتوں کے پاس ایسا کوئی ذریعہ بھی موجود نہیں ہے جس سے ہماری تسلی ہو سکے کہ نوعمر لڑکے اور عورتیں 10 گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر رہے ....30 اپریل کی ایک رپورٹ کے مطابق_ جو ایسے مِل مالکان کے بارے میں ہے جن کا کام شفٹوں میں چلتا ہے_[زائد کام کرنے والوں کی] یہ تعداد 114 تک پہنچ چکی ہے اور کچھ ہی عرصے کے دوران اس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ عام حالات میں مِل میں کام چلانے کا دورانیہ بڑھ کر $13\frac{1}{2}$ گھنٹے ہو گیا ہے، یعنی صبح 6 بجے سے شام 30-7 بجے تک ۔.....بعض حالات میں تو یہ دورانیہ 15 گھنٹے تک بھی متجاوز ہو گیا ہے؛ یعنی صبح 30-5 سے شام 30-8 تک۔125'' قبل ازیں دسمبر 1848 میں لیونارڈ ہارنر نے 65 کارخانہ داروں اور 29 نگرانوں کی ایسی فہرست مہیا کی ہے جس میں اُنہوں نے کہا ہے کہ ریلے کے اس نظام کے تحت نگرانی کا ہر نظام کثرتِ کار کی بہتات کو روک نہیں سکتا۔126 اب اِنہی بچوں اور نوعمر لڑکوں کو کاتنے والے کمرے سے بُننے والے کمرے میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔127 اور اب_15 گھنٹے کے دوران_ ایک فیکٹری سے دوسری فیکٹری میں۔ پھر ایک ایسے نظام کو قابو میں لانا کیسے ممکن تھا جو ''ادلی بدلی کے لبادے میں ایسے بہت سے طریقے رکھتا ہے جن میں سے کسی کو بھی استعمال کرتے ہوئے مزدوروں کے کام اور آرام کے اوقات میں ان کی اس طرح سے ادلی بدلی کرتا رہے کہ آپ کو ایک ہی وقت میں اور ایک ہی کمرے میں وہ تمام کے تمام مزدور بیک وقت کام کرتے ہوئے نظر نہ آئیں۔''128

لیکن حقیقی کثرتِ کار سے الگ رہ کر بھی ادلی بدلی کا یہ نظام مکمل طور پر سرمایہ دارانہ خیال آفرینی کی پیداوار ہے۔ جیسے فوریئر اپنے مزاحیہ خاکوں "Courtes Se'ances" میں اس بات سے آگے کبھی نہ بڑھ سکا کہ ''محن کی کشش''، سرمائے کی کشش میں بدل چکی ہے۔ اس سلسلے میں مالکانِ کارخانہ کی اُن اسکیموں کی مثال پیش کی جا سکتی ہے جنہیں ''قابلِ احترام'' اخبارات نے ایسے نمونوں کے بطور سراہا ہے جو کہ ''معقول طریقۂ کار اور احتیاط سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں''۔ مزدوروں کے جتھے کو بعض وقت 12 سے 14 گروہوں میں تقسیم کر دیا جاتا جن کی ترتیب خود بھی بار بار بدلتی رہتی۔ کارخانے کے 15 گھنٹے کے دوران سرمایہ مزدوروں کو کبھی 30 منٹ کے لئے کام پر لگاتا، پھر ایک گھنٹے کے لئے، پھر کبھی اُسے دوبارہ باہر بھیج دیتا تاکہ اس کو تازہ دم ہونے پر ایک بار پھر فیکٹری میں کام کرنے کے لئے لایا جا سکے۔ اسے وقت کے بکھرے ہوئے وقفوں میں کام کے لئے کبھی اِدھر گھسیٹا جاتا اور کبھی اُدھر، اور دس گھنٹے کا کام مکمل ہوئے بغیر اُس پر ایک لمحہ بھی گرفت نہ ڈھیلی کی جاتی۔ جیسے 'ایکٹ' اور 'منظر' (scene) کے بدل جانے پر بھی ایک ہی آدمی کو بار بار سٹیج پر نمودار ہونا پڑتا ہے۔ لیکن جس طرح ایک اداکار کھیل کے پورے دورانیے کے لیے سٹیج ہی کی ملکیت ہوتا ہے؛ اسی طرح مزدور بھی 15 گھنٹوں کے دوران فیکٹری کی ملکیت ہوتے ہیں اور اس میں آنے اور جانے کا وقت بھی شمار نہیں کیا جاتا۔ اس طرح آرام کے اوقات بھی جبریہ بے کاری میں بدل جاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکے شراب خانوں میں اور لڑکیاں چکلوں میں جانے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ ہر وہ نیا شعبدہ جو سرمایہ دار ایجاد کرتا ہے تاکہ اپنی مشینوں کو مزدوروں کی تعداد میں اضافہ کئے بغیر 12 یا 15 گھنٹے تک چلائے رکھے، مزدوروں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی خوراک تھوڑے تھوڑے وقفوں میں نگلیں۔ دس گھنٹے کے احتجاج کے وقت فیکٹری مالکان نے یہ شور مچایا کہ مزدور طبقے نے اس وجہ سے پٹیشن دائر کی ہے کہ 12 گھنٹے کی اُجرت صرف 10 گھنٹے کام کر کے حاصل کی جا سکے۔ اب اُنہوں نے صورتِ حال کو اُلٹ دیا ہے۔ وہ اب قوتِ محن پر طاقت رکھنے کی وجہ سے اُنہیں 12 یا 15 گھنٹے کے محن کی اُجرت دس گھنٹے کے برابر دیتے تھے۔[129] یہی اس معاملے کا خلاصہ تھا، یعنی دس گھنٹے کے قانون کی بابت مالکان کا تشریحی نقطۂ نظر! یہ تھیں آزاد تجارت کے حامیوں کی محبتِ انساں سے شرابور چکنی چپڑی باتیں؛ جنہوں نے قانونِ غلہ کی تنسیخ کی دس سالہ تحریک کے دوران پونڈ شلنگ اور پینس وغیرہ کی جمع تفریق کر کے مزدوروں کو یہ تبلیغ کی کہ غلہ کی کھلی درآمد کے ساتھ اور انگلستانی صنعت کے پاس دیگر ذرائع کے ساتھ دس گھنٹے کا کام بھی اِتنا کافی ہوگا کہ سرمایہ دار کو امیر کر سکے۔[130]

آخر کار دو سال بعد سرمائے کی یہ بغاوت اس طرح سے فتح یاب ہوئی کہ انگلستان کی چار بڑی عدالتوں میں سے ایک عدالت نے _ یعنی Cort of Exchequer جس نے 8 فروری 1850 کو اپنے سامنے پیش کئے جانے والے ایک مقدمے میں _ یہ فیصلہ دیا کہ کارخانہ دار یقیناً 1844 کے قانون کی رو کی خلاف ورزی کر رہے ہیں؛

لیکن یہ ہے کہ خود اس قانون ہی میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو اسے بے معنی بنا دیتے ہیں۔ ''اس فیصلے کے ذریعے دس گھنٹے کا قانون قلم زد کر دیا گیا۔''[131] فیکٹری مالکان کا ایک بہت بڑا ہجوم جو اس وقت تک ادلی بدلی کا نظام کم عمر لڑکوں اور عورتوں پر رائج کرنے سے گریزاں تھا اب اُس نے اس نظام کو بڑی خوش دِلی سے نافذ کر دیا۔[132]

لیکن سرمائے کی اس ظاہری فیصلہ کن جیت کے بعد ایک فوری ہیجان اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب تک تو مزدور طبقے نے انفعالی اگرچہ بے لچک مدافعت کی تھی۔ اب اُنہوں نے لنکا شائر اور یارک شائر میں دہشت ناک احتجاج بپا کیئے۔ چنانچہ دس گھنٹے کا یہ نمائشی قانون محض ایک فریب اور پارلیمانی دھوکا بازی تھا، جس کا وجود کبھی بھی عمل میں نہ آیا تھا! فیکٹری کے معائنہ کاروں نے حکومت کو ہنگامی طور پر اس بات سے آگاہ کیا کہ طبقوں کا تضاد اب ایک غیر معمولی مخاصمت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ کچھ فیکٹری مالکان نے خود بھی دبی زبان میں کہا: ''مجسٹریٹوں کے متضاد فیصلوں کی وجہ سے اب ایسی غیر معمولی صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے جو انارکی سے پُر ہے۔ ایک قانون یارک شائر میں نافذ ہے دوسرا لنکا شائر کے ارد گرد اور تیسرا اس کے بالکل ہمسائے میں۔ کارخانہ دار بڑے قصبوں میں قانون کو نظر انداز کر سکتا ہے، لیکن مفصلاتی علاقوں کا کارخانہ دار ادلی بدلی کا نظام چلانے کے لئے درکار افراد حاصل نہیں کر سکتا؛ اور ایک کارخانے سے دوسرے کارخانے میں مزدوروں کی منتقلی کا کام اس سے بھی دشوار ہے۔'' اور سرمائے کا اولین پیدائشی حق یہ ہے کہ سب سرمایہ دار قوتِ محن کا یکساں استحصال کریں۔

ایسے حالات میں مالکان اور کارکنان کے مابین مفاہمت کرائی گئی، جس پر پارلیمنٹ نے 5 اگست 1950 میں ایک اور قانونِ کارخانہ کی صورت میں اپنی مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ نو عمر لڑکوں اور عورتوں کے لئے دیہاڑی کی طوالت میں اضافہ کرتے ہوئے اسے ہفتے کے اولین پانچ دنوں میں 10 سے $10\frac{1}{2}$ گھنٹے اور ہفتہ کو کم کرتے ہوئے $7\frac{1}{2}$ گھنٹے کر دیا گیا۔ کام کو صبح 6 بجے سے شام 6 بجے تک چلایا جاتا تھا[133] جس میں کھانے کے لئے کم از کم $1\frac{1}{2}$ گھنٹے کا وقفہ لازم تھا۔ کھانے کے لئے یہ وقفے صرف اور صرف ایک بار ہی دیے جاتے تھے، اور یہ 1844 کے قانون کے مطابق ہی تھا۔ یہ طریقہ استعمال کرتے ہوئے ادلی بدلی کے نظام سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جان چھڑا لی گئی۔[134] بچوں کے محن کی بابت 1844 کا قانون ہی نافذ العمل رہا۔

اس بار بھی حسبِ سابق مالکان کے ایک گروہ نے پرولتاریہ بچوں پر خاص مالکانہ حقوق حاصل کر لئے۔ اور یہ ریشم کے تیار کنندگان تھے۔ 1833 میں وہ دھمکی آمیز انداز میں اس بات کا شور مچا چکے تھے کہ ''اگر کسی عمر کے مزدور بچوں کی ہر روز 10 گھنٹے کام کرنے کی آزادی چھین لی جاتی ہے تو اس سے اُن کا کام رک جائے گا۔'' ان کے لئے یہ ناممکن ہوگا کہ وہ 13 سال سے زیادہ عمر کے بچوں کی معقول تعداد کو خرید سکیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنی

ضرورت کی رعایتیں حاصل کرلیں۔ بعدازاں تحقیقات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اُنہوں نے جو عذر تراشا تھا وہ جھوٹ پر مبنی تھا۔[136] تاہم اس بات نے اُنہیں دس سال تک مسلسل دس گھنٹے غریب بچوں کے خون سے لگا تار 10 گھنٹے روزانہ ریشم کاتنے سے نہ روکا۔ ان بچوں کو کام کرنے کے لئے بنچوں پر کھڑا رکھا جانا پڑتا تھا[137]۔ 1844 کے قانون نے اُن سے یقیناً 11 سال سے کم عمر کے بچوں کو $6\frac{1}{2}$ گھنٹے سے زیادہ تک استعمال کرنے کی ''آزادی'' کو بھی سلب کرلیا۔ لیکن دوسری طرف اُنہیں یہ مراعت بھی مل گئی کہ 11 اور 13 سال کی عمر کے بچوں کے روزانہ دس گھنٹے کام لیں اور اس طرح دوسرے کارخانوں کے تمام بچوں کو لازمی تعلیم دلوانے کی پابندی سے مذکورہ بچوں کے معاملے میں بھی بَری رہیں۔ اس مرتبہ بہانہ یہ بنایا گیا کہ ''کپڑے کی نازک بُنت جس میں وہ کام کرتے ہیں، یہ تقاضہ کرتی ہے کہ ان کپڑوں کو بڑی احتیاط سے ہاتھ لگایا جائے اور اس معاملے میں وہ تب ہی ماہر ہو سکتے ہیں کہ فیکٹری میں بہت چھوٹی عمر میں آئیں۔''[138] بچوں کو اُن کی نازک اُنگلیوں کی وجہ سے بالکل اسی انداز میں بار بار ذبح کیا جاتا رہا جیسے جنوبی روس میں سینگ والے جانور اپنی کھال اور چربی کی وجہ سے ذبح کئے جاتے ہیں۔ تاآں کہ وہ رعایت 1844 میں دی گئی تھی، اسے 1850 میں صرف ریشم کاتنے اور دھاگہ بنانے کے شعبوں تک محدود کر دیا گیا۔ مگر اب جبکہ سرمایہ اپنی ''آزادی'' کھو چکا تھا اس کو خوش کرنے کے لئے 11 سے 13 سال کی عمر کے وہ بچے جو پہلے 10 گھنٹے روزانہ کام کرتے تھے اس کو بڑھاتے ہوئے $10\frac{1}{2}$ گھنٹے کر دیا گیا۔ اس کے لئے عذر یہ تھا کہ ''ریشم کے کارخانوں کی محنت دوسرے کاموں کی نسبت ہلکی پھلکی ہے، اور دوسرے لحاظ سے بھی صحت کے لئے کم نقصان دہ ہے۔''[139] بعدازاں سرکاری طبّی تفتیشوں نے اس بات کو اُلٹ ثابت کر دیا کہ ''لنکا شائر کے روئی کے اضلاع کی نسبت ریشم کے اضلاع میں شرح اموات زیادہ ہے؛ اور عورتوں کے معاملے میں یہ لنکا شائر کے کپاس کے اضلاع سے بھی زیادہ ہے۔''[140] کارخانوں کے معائنہ کنندگان کے احتجاج کے باوجود جو ہر 6 ماہ میں دوہرایا جاتا ہے؛ یہ برائی ابھی تک جاری ہے۔[141]

1850 کے قانون نے عورتوں اور بچوں کے لئے 15 گھنٹے کے وقتِ کار کو صبح 6 بجے سے شام 8:30 بجے تک سے بدل کر صبح 6 بجے سے شام 6 بجے کر دیا، یعنی پورے 12 گھنٹے۔ تاہم اس قانون سے ایسے بچوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا جن کو اس دورانئے سے تقریباً ایک آدھ گھنٹہ قبل اور $2\frac{1}{2}$ گھنٹے بعد کام پر لگایا جاتا بشرطیکہ ان کا سارا کام $6\frac{1}{2}$ گھنٹے سے تجاوز نہ کر جائے۔ جس دوران بل پر بحث ہو رہی تھی اس وقت فیکٹری کے معائنہ کاروں نے اس بے تُکے پن کی وجہ سے پیدا ہونے والی لعنتوں کے تمام اعداد و شمار پیش کئے تھے، مگر بے فائدہ۔ حقیقت میں در پردہ وہ اس بات کا ارادہ رکھتے تھے کہ خوش حالی کے دنوں میں چھوٹے بچوں کی مدد سے جوانوں کے محن کا دورانیہ

15 گھنٹے کر دیا جائے۔ اگلے تین سال کے تجربے سے یہ دیکھا جا سکتا تھا کہ اس قسم کی کوشش بڑی عمر کے مزدوروں کی مزاحمت کی وجہ سے قطعی طور پر شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکتی تھی۔ چنانچہ 1850 کا ایکٹ آخر کار اس حکم کے ساتھ منظور ہوگیا کہ ''جوانوں اور عورتوں کے کام کے آغاز سے پہلے اور کام ختم کرنے کے بعد بچوں کو کام پر لگانا منع ہے۔'' اس کے بعد چند مستثنیات کے علاوہ 1850 کے قانون نے صنعت کی اُن تمام شاخوں کی دیہاڑی کو منظّم کر دیا جو اس کے حلقۂ اثر میں آتی تھیں۔142 اب فیکٹری کی بابت پہلے قانون کو منظور ہوئے آدھی صدی گزر چکی تھی۔143

1845 کے print work act کے تحت قانونِ کارخانہ پہلی مرتبہ اپنی حدود سے باہر نکلا۔ جس ناخوشی کے ساتھ سرمائے نے اس نئی ''زیادتی'' کو قبول کیا وہ اس قانون کی ہر ہر سطر سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ قانون بچوں کے لئے 8 سے 13 گھنٹے کی دیہاڑی متعین کرتا ہے؛ اور عورتوں کے لئے 16 گھنٹے کی یعنی صبح 6 بجے سے شام 10 بجے تک کھانے کے لئے کسی وقفے کے بغیر۔144 اس کو پارلیمانی اسقاط کہا جا سکتا ہے۔145

تاہم اصول کو صنعت کی اُن شاخوں میں اپنی جیت کی خوشی تھی جس نے خالصتاً خواصی اعتبار سے جدید طبعِ پیداوار کو جنم دیا تھا۔ 1853 سے لے کر 1860 تک ان شاخوں کی حیرت انگیز ترقی جس کے ساتھ ساتھ فیکٹری کے مزدوروں میں جو نئی زندگی پیدا ہوئی وہ کوئی اندھا بھی دیکھ سکتا ہے۔ وہ مِل مالکان جن سے نصف صدی کی خانہ جنگی کے بعد قانونی حد بندیاں اور ضوابط درجہ بدرجہ منوائے گئے؛ بذاتِ خود صنعت کی ان شاخوں کا کنائتاً پتا دیتے ہیں جن میں استحصال کی ''آزادی'' ابھی تک موجود ہے۔146 ''سیاسی معاشیات'' کے نمائشی ملاؤں نے اب یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ قانونی طور پر متعین دیہاڑی کی ضرورت اُن کی ''سائنس'' کی مخصوص دریافت ہے۔147 یہ بات با آسانی سمجھی جا سکتی ہے کہ جب کارخانہ داروں نے خود کو بے بس پایا اور ناگزیر کے سامنے ہتھیار ڈال دئے تو سرمائے کی مزاحمت کی قوت رفتہ رفتہ کمزور پڑ گئی؛ جبکہ اسی دوران مزدور طبقے کی جارحیت کی قوت اس انداز میں بڑھتی چلی گئی کہ اُنہیں معاشرے کے ایسے حلیف طبقات کی حمایت حاصل ہوتی چلی گئی جو فی الوقت اس مسئلے میں براہِ راست دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ لہٰذا 1860 سے ارتقا کی رفتار نسبتاً تیز ہو چکی تھی۔

1860 میں رنگ سازی اور رنگ کاٹنے وغیرہ کی سب صنعتیں 1850 کے قوانینِ کارخانہ کے تحت آ گئیں148، اور 1861 میں لیس اور جرابیں بنانے والی تمام صنعتیں بھی اس قانون کے تحت ہی آ گئیں۔

بچوں کو ملازم رکھنے کی بابت کمیشن کی اولین رپورٹ (1863) کے نتیجے میں، تمام سامانِ ظروف (اس میں صرف کمہار ہی شامل نہ تھا)، بارودی ماچسیں، بارود کے گولے، بندوق کی گولیاں، قالین، موٹے کپڑے کی کٹائی، اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک چیزیں بنانے والے کارخانوں کے مالکان بھی اسی قانون کی زد میں آئے۔ سال 1863 میں کھلی ہوا میں رنگ کاٹنے149، اور بیکری سے متعلقہ کاموں کے لئے بھی خصوصی قانون متعین کئے

گئے جن کے ذریعے اول الذکر کام میں، راتوں کو (یعنی شام 8 بجے سے صبح 6 بجے تک) کم عمر لڑکوں اور عورتوں کے کام پر اور آخر الذکر شعبے میں رات 9 بجے سے صبح 5 بجے تک 18 سال سے کم دوسروں کے لئے کام کرنے والوں کی ملازمت پر پابندی لگا دی گئی۔ہم اسی کمیشن کی بعد والی سفارشات پر بات کریں گے جن کے ذریعے انگلستانی صنعت کی تمام اہم شاخوں کو اُن کی ''آزادی'' سے محروم کر دینے کی دھمکی دی گئی؛ البتہ زراعت، کان کنی، اور ذرائع نقل وحمل مستثنیات میں ہیں۔150

فصلِ ہفتم:۔ نارمل دیہاڑی کے حصول کی جدوجہد۔ انگلستانی قانونِ کارخانہ کا دوسرے ممالک پر اثر

Section 7._The Struggle for the Normal Working-Day. Re-action of the English Factory Acts on the other Countries

قاری کے ذہن میں ہوگا کہ قدرِ زائد کی پیداوار یا محنِ زائد کو نچوڑنا ہی سرمایہ دارانہ نظامِ پیداوار کا مخصوص منشاء ومنتہا، جوہر وخاصہ ہے؛ اور اس کا طبعِ پیداوار میں آنے والی ایسی کسی تبدیلی سے کوئی تعلق نہیں جو مزدور کے سرمایہ دار کے محکوم ہونے کی وجہ سے آئے۔قاری کو یہ بھی یاد ہوگا کہ جیسا کہ اس عمل سے ہم حال ہی میں دوچار ہوئے ہیں کہ صرف خودمختار مزدور ہی_ یعنی ایک ایسا مزدور جو قانوناً اپنے لئے کام کرنے کا مجاز ہو_ ایک شے کا حامل ہونے کی حیثیت سے سرمایہ دار کے ساتھ معاہدے میں شامل ہوسکتا ہے۔چنانچہ ہمارے تاریخی خاکے میں اگر ایک طرف جدید صنعت اور دوسری طرف اُن افراد کا محن جو نابالغ ہیں اہم کردار ادا کرتے ہیں، تو اول الذکر کی مثال ہمارے نزدیک محض ایک خاص شعبے کی تھی؛ جبکہ آخر الذکر استحصالِ محن کی بہترین مثال پیش کرتا ہے۔ہماری آئندہ تحقیق کے درجہ بدرجہ ارتقا کو ذہن میں رکھے بغیر، فقط موجود تاریخی حقائق کے تعلق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے:

اولاً: دیہاڑی کو بے رحمانہ اور لامحدود انداز میں طول دینے کے لئے سرمائے کی خواہش کی تسکین اُن صنعتوں سے ہوئی جن میں آبی قوت، بھاپ، اور مشینری نے اولین طور پر انقلاب برپا کیا؛ یعنی جدید طبعِ پیداوار کی

اُن ابتدائی مصنوعات میں جن میں روئی، اون، سَن، اور ریشم کی کتائی اور دھاگہ کی تیاری شامل ہیں۔ مادی طبعِ پیداوار میں آنے والی تبدیلی اور ان سے وابستہ پیداکنندگان کے سماجی رشتوں میں آنے والی تبدیلیوں 151 نے سب سے پہلے تو تمام حدود کو پھلانگتی ہوئی زیادتیوں کو جنم دیا؛ اور پھر اس سے متضاد جاتے ہوئے؛ سماج کے اُس حصے پر تسلط حاصل کیا جو دیہاڑی اور اس کے دوران کئے جانے والے وقفوں کو قانوناً منضبط کرتا تھا اور اس کی حدود کا تعین کرتا تھا۔ انیسویں صدی کے نصفِ اول میں یہ غلبہ محض ایک غیر معمولی قسم کی قانون سازی معلوم ہوتا ہے۔152 پھر جیسے ہی نئی طبعِ پیداوار کا یہ قدیم قلعہ فتح ہوا تو یہ پتا چلا کہ اسی اثنا میں نہ صرف پیداوار کی دیگر شاخوں نے یہی کارخانہ داری کا نظام اپنانا شروع کر دیا ہے؛ بلکہ ظروف سازی، شیشہ سازی وغیرہ جیسی صنعتیں جو کم وبیش فرسودہ نظام کو تاحال اپنائے ہوئے تھیں؛ اور قدیم طرز کی دستکاریاں جیسے بیکری کا کام، اور آخر میں کیل سازی 153 جیسی نام نہاد گھریلو صنعتیں بھی طویل عرصے سے بالکل فیکٹری کے نظام کی طرح مکمل طور پر سرمایہ دارانہ استحصال کے زیرِ اثر آ چکی تھیں۔ چنانچہ قانون سازی کو مجبور کیا گیا کہ اس غیر معمولی خاصے سے بتدریج چھٹکارا پائے، یا، جیسا کہ انگلستان میں، یہ رومیوں کی لفظی عیاری کے استعمال سے اس گھر کو کارخانہ قرار دے جہاں کام کیا جاتا تھا۔154

ثانیاً: پیداوار کی مخصوص شاخوں میں دیہاڑی کو منضبط کرنے کی تاریخ، اور اس انضباط کے حوالے سے [صنعت کی] دوسری شاخوں میں تاحال جاری جدوجہد حتمی طور پر یہ بات ثابت کرتی ہے کہ ایک تنہا مزدور_ یعنی ایسا مزدور جو اپنی قوتِ محنت کو "آزادانہ" فروخت کر سکتا ہے_ کسی قسم کی مزاحمت کا مظاہرہ کئے بغیر اس وقت سرمایہ دارانہ پیداوار کی گرفت میں آ جاتا ہے جب یہ ایک بار کسی مخصوص درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ ایک معقول دیہاڑی کا قیام ایک طویل خانہ جنگی کے بعد ہی ممکن ہوا ہے جو کہ قریب قریب ڈھکے چھپے انداز میں سرمایہ دار اور مزدور کے درمیان جاری تھی۔ چونکہ یہ تحریک جدید صنعت کے دور میں جاری رہی اس لئے یہ مکمل طور پر سب سے پہلے اس صنعت کے گھر یعنی انگلستان ہی میں پھیلی۔155 انگلستان کے صنعتی کارکنان نہ صرف خود انگلستان کے چیمپیئن تھے، بلکہ عمومی طور پر جدید مزدور طبقے کے بھی؛ جیسا کہ ان کے نظریہ ساز سرمائے کا نظریہ سمجھنے میں سب کے پیش رو ثابت ہوئے۔156 پس کارخانے کے فلسفی Ure نے انگلستانی مزدور طبقے پر اس بات کو بدنما دھبا قرار دیا ہے کہ اُنہوں نے "قوانینِ کارخانہ" کے الفاظ کو اُس پرچم پر لکھوایا ہے جس کو اُنہوں نے "مزدور کی مکمل آزادی" حاصل کرنے کے لئے سرمائے کے خلاف بلند کیا ہے۔157

فرانس بھی انگلستان کے پیچھے رینگتا ہوا نظر آتا ہے۔ انقلابِ فروری دنیا میں 12 گھنٹے کی دیہاڑی کا قانون 158 لانے کے لئے کافی تھا؛ اور یہ اپنی اُس بنیاد سے بہت ناقص تھا جو انگلستان میں بنتی ہے۔ اس ساری

صورتِ حال میں فرانس کے انقلابی طریقۂ کار بذاتِ خود کئی فوائد کا حامل ہے۔ یہ قانون تمام دکانات اور کارخانہ جات میں بیک وقت بغیر کسی تخصیص کے دیہاڑی کی ایک جتنی طوالت کا تقاضا کرتا ہے؛ جبکہ انگلستانی قانون بہت بے بسی کے ساتھ، کبھی ایک مسئلے میں اور کبھی دوسرے میں حالات کے دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے؛ اور نتیجتاً وہ قانون سازی کی متضاد بھول بھلیوں میں پڑ جاتا ہے۔159 دوسری طرف فرانسیسی قانون نے اس چیز کو ایک اصول کی حیثیت سے قبول کر لیا جس کو انگلستان میں محض بچوں، نابالغوں اور عورتوں کے لیے حاصل کیا گیا، اور جس کو حال ہی میں ایک عمومی حق کے طور پر قبول کیا گیا ہے۔160

ریاست ہائے متحدہ کے شمالی امریکہ میں کارکنان کی ہر آزاد تحریک اس وقت تک مفلوج رہی جب تک غلامی نے ریپبلک کو مسخ کیے رکھا۔ محنت سفید چمڑی میں اس وقت تک اپنے آپ کو آزاد نہیں بنا سکتا جب تک سیاہ رنگ میں اس پر ٹھپہ لگا ہوا ہے۔ لیکن غلامی کی موت میں سے اچانک ایک نئی زندگی پھوٹ پڑی۔ خانہ جنگی کا پہلا پھل آٹھ گھنٹے کی وہ تحریک تھی جو انتہائی تیز رفتار ریلوے انجن کی مانند اوقیانوس سے بحرالکاہل، اور نیو انگلستان سے کیلی فورنیا تک پھیل گئی۔ بالٹی مور کے مقام پر مزدوروں کے جنرل کانگرس میں (16 اگست 1866 کو) اعلان کیا گیا کہ: ''لمحۂ حال کی اولین اور سب سے بڑی لازمیت ــ یعنی اس ملک کے غلام کو سرمایہ دارانہ غلامی سے نجات دلانا ــ ایک ایسے قانون کی منظوری دینا ہے جس کے تحت متحدہ امریکہ کی تمام تر ریاستوں میں آٹھ گھنٹے کی نارمل دیہاڑی مقرر کی جائے۔ جب تک یہ شاندار مقصد حاصل نہیں ہو جاتا ہمیں اپنی تمام تر توانائیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک تحریک چلانا ہوگی۔''161 اس اثنا میں بین الاقوامی مزدور طبقے کی تنظیم نے جنیوا میں لندن جنرل کونسل کے مشورے پر یہ قرارداد منظور کی کہ ''دیہاڑی کی حد بندی ایک ایسی ابتدائی شرط ہے جس کے بغیر اصلاح اور مزدور کی آزادی کی ہر کوشش رائیگاں ہی رہے گی...... کانگرس دیہاڑی کے لئے قانونی حد آٹھ گھنٹے تجویز کرتی ہے۔''

اس طرح سے اوقیانوس کی دونوں جانب مزدور طبقے کی تحریک جس نے پیداوار کی صورت احوال سے خود بخود نشو و نما پائی تھی؛ انگلستانی فیکٹری معائنہ کار R. J. Saunders کے ان الفاظ کی تصدیق کرتی ہے: ''سماج کی اصلاح کے لئے اٹھائے جانے والے مزید اقدامات سے اس وقت تک کامیابی کی کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی جب تک محنت کے گھنٹے متعین نہیں ہوتے، اور اس متعینہ حد پر سختی سے عمل درآمد نہیں ہوتا۔''162

یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارا مزدور جب پیداواری عمل سے باہر آتا ہے تو وہ وہ نہیں ہوتا جو اس عمل میں داخل ہوا تھا۔ منڈی میں وہ شے کے مالک (یعنی قوتِ محنت) کی حیثیت سے اسی شے کے دوسرے مالکان کے روبرو کھڑا ہوتا ہے، مطلب یہ کہ فروخت کنندہ بمقابلہ فروخت کنندہ۔ جس معاہدے کے تحت اس نے سرمایہ دار کے ہاتھوں اپنی قوتِ محنت فروخت کو فروخت کیا اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو آزادانہ

فروخت کرڈالا۔ان کی باہمی معاملت مکمل ہونے کے بعد یہ دریافت ہوا کہ وہ کبھی بھی ''آزادفرد'' نہیں تھا۔ جس وقت کے دوران وہ اپنی قوتِ محن کی فروخت میں آزاد ہے163،اسی وقت میں وہ اسے فروخت کرنے پر مجبور بھی ہے،اورحقیقت یہ ہے کہ خون چوسنے والی بدروح مزدور پراس وقت تک اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کرے گی ''جب تک اس کے جسم کا ایک ایک پٹھہ،عصبیہ،اورخون کا ایک ایک قطرہ بھی نچوڑنہیں لیا جاتا۔''164 ''جواژدہاان کے دکھوں کی وجہ ہے''اس کے خلاف ''تحفظ'' حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مزدورسرجوڑ کر بیٹھ جائیں؛ اور ایک طبقے کی حیثیت سے قانون کی منظوری کے لئے دباؤڈالیں۔اور یہ قانون ایسی مضبوط ترین سماجی رکاوٹ بن جائے جومزدورکوخوداپنی ذات اوراپنے کنبے کی،سرمائے کے ہاتھوں فروخت کے ذریعے موت اورغلامی کے غار میں دھکیلنے سے روک لے۔165 ''انسان کے ناقابلِ بُعد حقوق'' کی پرشکوہ فہرست کی جگہ قانونی طور پر مقررکردہ دیہاڑی کا سادہ سا منشور آتا ہے جواس بات کی وضاحت کرے گا کہ ''مزدورکا فروخت کیا ہوا وقت کب ختم ہوتا ہے،اوراس کا اپنا وقت کب شروع ہوتا ہے۔''166 یہ کیسی [عمدہ] تبدیلی ہے!

حوالہ جات وحواشی۔

Foot notes.

1۔ ''ایک دن کا محن مبہم ہے یہ کم بھی ہوسکتا ہے اورزیادہ بھی۔

("An essay on Trade and Commerce, Containing Observations on Taxes, & c.," London. 1770, p. 73.)

2۔ یہ سوال سررابرٹ پیل کے اُس خوش نما سوال سے زیادہ اہم ہے جو اُس نے برمنگھم کے چیمبرآف کامرس کو کیا تھا کہ: ایک پونڈ کیا ہوتا ہے؟ ایک ایسا سوال جوصرف تجویز ہی کیا جا سکتا ہے کیونکہ پیل صاحب روپے کی اصلیت سے اتنے ہی بے بہرہ تھے جتنے کہ برمنگھم کے ''شلنگ کے چھوٹے آدمی''

3۔ ''اپنے بڑھائے ہوئے سرمائے کے ذریعےمحن کی زیادہ سے زیادہ ممکن مقدار کا حصول ہی سرمایہ دار کا مقصد ہے۔'' J. G. Courcelle-Seneuil کی کتاب Traite' the'orique et paratique des entreprises industrielles, جو دوجلدوں پر مشتمل ہے،طبعِ دوم،پیرس 1857،ص63۔[اس کتاب کی پہلی اشاعت کی پہلی جلد 1855 کومنظرِعام پرآئی۔]

4۔ ''اگرایک دیہاڑی کے کام میں سے ایک گھنٹہ ضائع ہوجائے تواس کوکسی صنعتی ریاست کوغیرمعمولی نقصان پہنچنا

کہا جائے گا.....اس بادشاہت کے غریب مزدور میں آسائشی ساز و سامان کی بڑی کھپت ہے؛ اور خاص طور پر مصنوعات سے وابستہ آبادی میں جس سے وہ اپنا وقت بھی خرچ کرتے ہیں، اور یہ خرچ کرنے کا مہلک ترین انداز ہے۔" (An Essay on Trade and Commerce, &c., p. 47, 153.)

5۔ "اگر آزاد مزدور اپنے لئے آرام کا کوئی لمحہ مہیا کرے تو اس پر نگرانی کرنے والی گھٹیا اور کم ظرف انتظامیہ اُس پر چوری کا الزام دھرے گی۔" (N. Linguet, Theorie des loix civils, &c., London, 1767, t. II, p. 446.)

6۔ لندن کے معماروں کی عظیم ترین ہڑتال (1860-61) کے دوران _ جو دیہاڑی کی 9 گھنٹے تک تقلیل کے بارے میں تھی _ ان کی کمیٹی نے ایک مینی فیسٹو شائع کیا، جس میں کسی حد تک ہمارے کارکنان کا جواز بھی شامل تھا۔ یہ مینی فیسٹو ترش روی کے ساتھ اس حقیقت اشارہ کرتا ہے کہ امارات کے ٹھیکیداروں میں سب سے بڑا منافع خور جو یقیناً سر ایم. پیٹو ہی ہیں تقدس کی باس میں ہیں۔ (یہی پیٹو صاحب 1867 کے بعد سٹروس برگ کے مقام پر ختم ہو کر رہ گئے۔)

7۔ "جو محنت کرتے ہیں.....درحقیقت وہ دونوں اشخاص کو پالتے ہیں....جن میں پنشنرز [جنہیں امیر کہا جاتا ہے] اور وہ خود شامل ہیں۔" (Edmund Burke, l, c., p. 2)۔

8۔ اپنی کتاب "Roman History" میں Neibuhr صاحب بڑے سادہ لوح طریقے سے کہتے ہیں: "یہ واضح ہے کہ Etruscan کے کھنڈروں کے آثار جو ہمیں حیران کر دیتے ہیں، چھوٹی ریاستوں میں بہت کم یہ دکھاتے ہیں کہ اس زمانے میں بھی آقا اور غلام موجود تھے" سِس مانڈی نے اسی بات کو اور زیادہ وضاحت سے کہتا ہے کہ "بروسلز کپڑے کی لیسیں" آقاؤں اور دیہاڑی دار غلام کی موجودگی کا پتا دیتی ہیں۔

9۔ "کسی شخص کی نظر بھی اگر ان بدنصیبوں تک چلی جائے (مصر، ایتھوپیا، اور عرب، کی سونے کی کانوں میں کام کرنے والے) جو اپنے آپ کو صاف بھی نہیں رکھ سکتے، اور نہ ہی اپنا بدن ڈھانپ سکتے ہیں _ تو وہ ان کی قابلِ رحم حالت پر رحم کھائے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کانوں میں نہ تو کسی کو مداخلت ہے اور نہ کوئی کسی بیمار، کمزور، عمر رسیدہ یا کسی عورت کی نحافت کا پُرسیدہ ہی ہوتا ہے۔ ان سب کو مار پیٹ کے خوف سے کام کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ موت کے گھاٹ اُتر کر ہی ان کی مشکلات اور مصائب ختم ہوتے ہیں۔" ("Doid. Sic. Bibl. Hist., " lib. 2, c. 13.)

10۔ جو گفتگو بعد ازاں آنے والی ہے اس میں رومانیہ کے صوبجات کی اُس صورتِ حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں کریمیا کی جنگ کے بعد کے دور کا خاصہ ہے۔

11۔ یہ صورتِ حال جرمنی پر بھی ایسے ہی لاگو آتی ہے،اور خاص طور پر پروشیا کے اس علاقے میں جو البے کے مشرق میں آتا ہے۔15ویں صدی میں جرمنی کا کاشت کار تقریباً ہر جگہ ایک ایسا آدمی تھا جو اگر چہ بعض جگہوں پر پیداوار کی شکل میں لگان دینے کا پابند تھا؛ اور اس سے ہٹ کر محض تقریباً عملاً مفت ہی شمار کیا جاتا تھا۔ برین ڈین برگ، پومارانیہ، سیلےسیا اور شمالی پروشیا میں جرمن نو آباد کاروں کو قانونی طور پر آزاد افراد تصور کیا جاتا تھا۔کسانوں کی جنگ میں امراء کے کامیابی نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ جنوبی جرمنی کے کسانوں کو ایک بار پھر غلام بنا لیا گیا۔ 16ہویں صدی کے وسط کے مشرقی پروشیا ، بران ڈین برگ، پومارانیہ، سلے سیا، کے کسانوں کو_ Schleswig-Holstein کے کسانوں کی آزادی کے فوراً بعد_ نیم غلاموں میں بدل دیا گیا۔

(Maurer, Fronhofe iv. vol.,_Meitzen, "Der Boden des preussischen Staats."_Hanssen, "Leibeigenschaft in Schleswig-Holstein."_F. E.)

12۔ اس کے بارے میں مزید ای ریگ نالٹ کی کتاب "Histoire politique et sociale des principautes", Paris, 1855.) سے مل سکتی ہیں۔

13۔ ’’عام طور پر اور کچھ حدود کے اندر، اپنے جیسوں سے جسامت میں بڑھ جانا کسی نامیاتی زندگی کی خوشحالی کا ثبوت ہے ۔ جیسے اگر انسان کی معمولی بڑھوتری میں کسی قسم کے جسمانی یا سماجی حالات کی وجہ سے کوئی رکاوٹ آ جائے تو اس کے قد کی بڑھوتری کا عمل بھی متاثر ہوتا ہے۔تمام یورپی ممالک میں جہاں پر فوجی نوکری کو برتری حاصل ہے، وہاں جب سے اس ملازمت کا آغاز ہوا ہے فوج کے لئے اوسط قد اور جسمانی موزونیت میں کمی واقع ہوئی ہے۔(1789) کے انقلاب سے پہلے بری فوج کے قد کی کم از کم حد 165 سینٹی میٹر تھی؛ 1818 میں (یعنی 10 مارچ کے قانون کے زمانے میں) 157 سینٹی میٹر، 21 مارچ 1832 کے قانون کے تحت 156 سینٹی میٹر رہی۔فرانس میں اوسطاً آدھے سے زیادہ لوگوں کو قد اور جسمانی کمزوری کی وجہ سے مسترد کر دیا جاتا ہے۔سیکسونی میں 1780 میں فوجی معیار کا قد 178 سینٹی میٹر تھا اور اب یہ 155 سینٹی میٹر ہے۔ پروشیا میں 157 سینٹی میٹر ہے۔9 مئی 1862 میں لئے گئے ڈاکٹر میئر کے اعداد و شمار کے مطابق نو سال [کی بھرتی] کے اوسط نتائج یہ ہیں کہ پروشیا میں 1,000 میں سے 716 افراد فوجی ملازمت کے لئے موزوں نہ تھے، 317 کو وزن میں کمی بیشی کی وجہ سے مسترد کیا گیا اور 399 کو جسمانی خامیوں کی وجہ سے...... 1858 میں برلن اپنے رنگروٹوں کا دستہ فراہم نہ کر سکا، کیونکہ 156 آدمی کم پڑ گئے تھے۔‘‘ J. von Leibig کی کتاب: "Die Chemie in ihrer Anwendung auf Agrikultur und Physiologie. 1862," 7th Ed.., vol. I pp. 117, 118.)

14۔ 1850 کے قانونِ کارخانہ کے بابت تاریخ اسی باب میں ملے گی۔

15۔ میں نے کہیں کہیں محض انگلستانی جدید صنعت کے آغاز سے لے کر 1845 تک ہی کا ذکر کیا ہے۔اس عہد کے لئے قاری کو میں اس کتاب کا حوالہ دیتا ہوں: "Die Lage der arbeitenden Klasse in England," جس کو فریڈرک اینگلز نے تحریر کیا ہے،مطبوعہ،1845۔[یہ کتاب ہے انگلستان میں مزدور طبقے کی حالت] سرمایہ دارانہ طبعِ پیداوار کو اینگلز مکمل طور پر سمجھنے میں کس قدر کامیاب رہا ہے اس کا اندازہ ہمیں فیکٹریوں کی رپورٹوں اور کانوں کے بارے میں ان رپورٹوں وغیرہ سے ہوجاتا ہے جو 1845 سے ظاہر ہونا شروع ہوئیں۔اور اس [اینگلز] نے ان مفصل حالات کو جس کمال سے بیان کیا ہے اگر اس کا واجبی ساموازنہ چلڈرن ایمپلائمنٹ کمیشن کی سرکاری رپورٹوں کے ساتھ کیا جائے جو 18 یا 20 سال بعد (67-1863) چھپی تھیں۔ان رپورٹوں میں خاص طور پر صنعت کی وہ شاخیں زیرِ بحث آئی ہیں جن میں 1862 تک قوانینِ کارخانہ لاگو نہ ہو سکے تھے، درحقیقت وہ اب بھی لاگو نہیں ہو سکے۔میں نے اپنی تمام کی تمام مثالیں بالخصوص 1848 کے بعد آزاد تجارت کے زمانے سے لی ہیں جو جنت کا ایک ایسا عہد ہے جس کے بارے میں آزاد تجارت کی عظیم فرم کے کاروباری مسافر، جو اتنے ہی بیہودہ ہیں جتنے جاہل، ایسی فرضی داستانیں سناتے ہیں۔انگلستان کے دیگر اعداد و شمار بالکل واضح ہیں کیونکہ یہ ملک سرمایہ دارانہ پیداوار کا کلاسیکی نمائندہ ہے، چنانچہ اس کے پاس ان اعداد و شمار کی پوری پوری دفتری فہرستیں موجود ہیں جنہیں ہم زیرِ بحث لا رہے ہیں۔

16۔ ''فیکٹری کے معائنہ کار مسٹر ایل ہارنر کی تجاویز: Factories Regulation Acts'' میں۔جس کی طباعت کا ہاؤس آف کامنز نے 9 اگست 1859 میں حکم دیا،ص.4،5۔

17۔ آدھے سال کی بابت فیکٹری کے معائنہ کاروں کی رپورٹیں۔اکتوبر 1856 ص.35۔

18۔ 30 اپریل 1858 کی بابت رپورٹیں،ص.9۔

19۔ ایضاً،....................................ص10۔

20۔ ایضاً......................................ص25۔

21۔ 30 اپریل 1861 کو ختم ہونے والے سالِ نصف کی بابت رپورٹیں۔ان رپورٹوں کا ضمیمہ نمبر 2 ملاحظہ ہو۔اشاعت 31 اکتوبر 1862 ص.7،52،53۔سال 1863 کے نصفِ آخر سے اس قانون کی خلاف ورزی زیادہ شدت کے ساتھ شروع ہوگئی۔31 اکتوبر 1863 کے اختتام کی بابت رپورٹیں،ص.7۔

22۔ 31 اکتوبر 1860 کی بابت رپورٹیں،ص.23۔کارخانہ داروں کی عدالتی قانون میں دی جانے والی گواہیوں کے مطابق، کیسے پاگل پنے کے ساتھ ان کے مزدور فیکٹری کے صحن میں آنے والی ہر کاوٹ کے خلاف اُٹھ کھڑے

ہوتے ہیں، اس کا مظاہرہ ہمیں ذیل کے ناسازگار حالات سے ہوگا۔ جون 1836 کے آغاز میں ڈیوس بری کے مجسٹریٹ کو یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ بالٹی Baltey کے قرب و جوار میں 8 بڑی بڑی ملوں کے مالکان نے قانونِ کارخانہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ ان شرفاء میں سے کچھ پر تو یہ الزام بھی تھا کہ اُنہوں نے 12 اور 15 سال کے درمیان عمر کے 5 لڑکوں کو جمعہ صبح 6 بجے سے لے کر ہفتہ شام چار بجے تک کام پر لگائے رکھا ہے، اور اس دوران اُنہیں کھانے پینے اور صرف ایک گھنٹہ آدھی رات کو سونے کے علاوہ کوئی لمحہ بھی فراغت کا مہیا نہیں کیا گیا۔ اور یہ بچے مسلسل 30 گھنٹے تک "shoddyhole" میں بھی کام کرتے رہے ہیں؛ جبکہ hole ایسی جگہ کو کہتے ہیں جس میں اونی ٹکڑوں کو ٹکڑوں میں کھینچا جاتا ہے، اور جس جگہ پر گرد و غبار، اور چیتھڑوں میتھڑوں کا گھناؤنا ماحول جوان مردوں کو بھی اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ اپنے مُنہ ڈھانپے رکھیں تا کہ اُن کے پھیپھڑے محفوظ رہیں۔ ملزم حضرات نے قسمیں کھانے کے بجائے۔ اس لئے کہ یہ گروہ quakers سے متعلق تھا اس لئے اتنے مذہبی ہیں کہ قسم نہیں کھا سکتے۔ اس بات کا دعویٰ کیا کہ اُنہوں نے ان بدقسمت بچوں پر رحم کھاتے ہوئے انہیں چار گھنٹے تک سونے کی اجازت دے دی ہے، لیکن یہ ضدی بچے بستر پر ہرگز نہیں جائیں گے۔ ان مذہبی حضرات کو 20 پونڈ کی آمدن ہوئی۔ ڈرائیڈن نے یہ انہی شرفاء کی پیش بینی کی ہوگی:

''لومڑی جس میں ظاہراً تقدس کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے

وہ قسم کھانے سے ڈر گئی؛ لیکن شیطان کی طرح جھوٹ بول جائے گی،

وہ بڑی متقی نظر آ رہی تھی، اس کے چہرے پر نور برس رہا تھا،

وہ گناہ کو چھو کر بھی نہ دیکھتی! تا آنکہ وہ اپنی نماز پڑھ لیتی!''

23۔ 31 اکتوبر 1856 کی بابت اپورٹیں، ص.34۔

24۔ ایضاً.................................. ص.35۔

25۔ ایضاً.................................. ص.48۔

26۔ ایضاً.................................. ص.48۔

27۔ ایضاً.................................. ص.48۔

28۔ ایضاً.................................. ص.48۔

29۔ معائنہ کار کی رپورٹ 30 اپریل، 1860 ص.56۔

30۔ کارخانہ جات اور رپورٹوں ہر دو کا یہ سرکاری طریقۂ اظہار ہے۔

31۔ ''مالکانِ مل کی ہوس جس نے فائدہ حاصل کرنے کے سلسلے میں جو مظالم روا رکھے ہیں وہ مشکل ہی سے اُن

زیادتیوں سے کم ہیں جو اہلِ اسپین نے سونا نکالنے کی دوڑ میں امریکہ کی فتح کے دوران کی تھیں۔'' ملاحظہ ہو جان ویڈ کی کتاب "Hostry of the Middle and Woking Classes," تیسری اشاعت، لندن، 1835، ص 114۔ اس کتاب کا نظریاتی حصہ سیاسی معیشت کی ہینڈ بک کی طرز کی کتاب کی مثال پیش کرتا ہے، اگر اس کی اشاعت کو مدِ نظر رکھا جائے تو اس کے کچھ حصے، جیسے کاروباری بحران پر، اصلی دکھائی دیتے ہیں۔ تاریخی حصہ بڑی حد تک سر ایف ایم ایڈن کی کتاب "The State of the Poor" جو لندن 1797 میں چھپی کا سرقہ لگتا ہے۔

32۔ روزنامہ "Daily Telegraph" سترہ جنوری 1860۔

33۔ Cf. F. Engles, "Lage, etc." pp. 249-51.

34۔ Children's Employment Commission. First report., etc., 1863. Evidence, pp. 18,19.

35۔ صحتِ عامہ، تیسری رپورٹ، وغیرہ، ص. 102، 104، 105۔

36۔ Child. Empl. Comm. I. Report, p. 24

37۔ ایضاً..، ص. 22 اور xi۔

38۔ یضاً..، ص. xlvii۔

39۔ یضاً..، ص. liv

40۔ اس کو انہیں معنوں میں نہیں لینا چاہیے جیسے ہم محنِ زائد کے وقت کو لیتے ہیں۔ ان شرفاء کا خیال ہے کہ ایک نارمل دیہاڑی $10\frac{1}{2}$ گھنٹے کی ہوتی ہے، جس میں یقیناً ایک نارمل سا محنِ زائد شامل ہوتا ہے۔ اس کے بعد 'اوورٹائم'' شروع ہو جاتا ہے جس کی مزدوری کچھ بہتر ہی ہوتی ہے۔ بعد ازاں یہ دیکھا جائے گا کہ نام نہاد معمول کی دیہاڑی کے دوران خرچ کئے جانے والے محن کی اُجرت اس کی قدر سے کم ادا کی جاتی ہے۔ اور وہ اس لئے کہ کثرتِ کار سرمایہ دار کا ایک ایسا حربہ ہے جس سے وہ زیادہ محنِ زائد حاصل کر لیتا ہے۔ یہ حربہ اس صورت میں بھی موجود ہوگا اگر نارمل دیہاڑی کے دوران خرچ ہونے والے محن کی اُجرت خاطر خواہ ادا کی جائے۔

41۔ l. c., Evidence, pp. 123, 124, 125, 140, and 54.

42۔ پھٹکڑی کا سفوف بنا کر یا اسے نمک میں ملا کر ایک معقول تجارتی سامان بن جاتا ہے جس کو ''نانبائیوں کے سامان'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

43۔ دھوئیں کا سفوف کاربن کی بڑی مشہور اور مقوی قسم ہے، جسے کھاد کے بطور استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سفوف کو

کارخانوں کے چمنیاں صاف کرنے والے کسانوں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔آج کل یعنی 1862 میں برطانوی جیوری کے سامنے ایک مقدمہ دائر کیا گیا ہے؛ تا کہ اس بارے میں فیصلہ ہو سکے کہ آیا دھواں سفوف_ جس میں 90% گرد اور ریت شامل ہیں اور اس کا خریدار اس سے بالکل بے خبر ہوتا ہے_ تجارتی سطح پر خالص سفوف قرار دیا جا سکتا ہے یا پھر اس کو قانون کی نظر میں ملاوٹ شدہ سفوف کہیں گے۔"amis du commerce" نے اس بارے میں فیصلہ صادر فرمایا کہ یہ خالص تجارتی سفوف ہی ہے چنانچہ کسان کا دعویٰ غلط ہے اس لئے اُسے مقدمے کا خرچ ہرجانے کے طور پر دینا ہوگا۔

44۔فرانسیسی کیمیا دان Chevallier نے اپنے کتابچے_ جس کا موضوع اشیاء میں ''نفاست'' ہے_ میں 600 سے زیادہ ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے، جن کے بارے میں اس نے 10، 20، اور 30 انداز میں ملاوٹ کے طریقے بتائے ہیں۔مزید اس نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ سارے طریقوں سے آگاہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ تمام کے تمام طریقے بیان کر رہا ہے جن کے بارے میں وہ جانتا ہے۔اس نے چینی میں ملاوٹ کے 6، زیتون کے 9، مکھن کے 10، نمک کے 12، دودھ کے 19، ڈبل روٹی کے 20، برانڈی کے 23، روٹی کے 24، چاکلیٹ کے 28، شراب کے 30، کافی وغیرہ کے 32، طریقے بتائے ہیں۔حد تو یہ ہے کہ خود قادرِ مطلق بھی اس تقدیر سے نہ بچ سکا۔ملاحظہ ہو Rouard de Card, کی کتاب "On the Falsification of the Materials of the Sacrament." ("De la falsification des substances sacramentelles," Paris, 1856.)

45۔''دوسروں کے لئے کام کرنے والے نانبائیوں کی شکایتوں کے بارے میں رپورٹ وغیرہ، لندن 1862، اور دوسری رپورٹ، لندن، 1863۔''

46۔ایضاً، رپورٹ وغیرہ، ص. vi۔

47۔ l. c., p. lxxi.

48۔جارج ریڈ کی کتاب: "The Histry of Baking" لندن، 1848، ص. 16۔

49۔پوری قیمت پر بیچنے والے پنیر کے نانبائیوں کی بابت (پہلی) روپورٹ وغیرہ، ص 108۔

50۔جارج ریڈ_ ایضاً_ سترہویں صدی کے اواخر اور اٹھارویں صدی کے آغاز پر جو عناصر (ایجنٹ) ہر ممکن کاروبار میں پھیل چکے تھے ان کو ابھی تک ''عوام کے لئے ضرر رساں'' قرار دیا جا رہا تھا۔پس سمرسٹ کی ریاست میں امن و امان کی بابت قائم کی گئی عدالت میں گرینڈ جیوری نے لوورز ہاؤس کو مخاطب کرتے ہوئے یادداشت میں دوسری باتوں کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ''بلیک وِل حال کے یہ عناصر عوام کے لئے زحمت کا باعث بنے ہوئے ہیں اور

ملبوسات کی تجارت کونقصان پہنچا سکتے ہیں چنانچہ ان کوعوامی زحمت کی وجہ سے ختم کر دینا چاہیے۔'' "The Case of our English Wool., &c., " لندن 1685ء ص.6،7۔

51۔ پہلی رپورٹ وغیرہ۔

52۔ آئرلینڈ میں 1861 کی بابت کمیٹی کی رپورٹ۔

53۔ ایضاً۔

54۔ 5 جنوری، 1866 کو ایڈنبرا کے نزدیک لاسواڈے کے مقام پر زراعتی کسانوں کا ایک جلسۂ عام منعقد ہوا تھا۔(دیکھئے *Workman's Advocate,* January, 13, 1866.) سال 1865 کے اختتام کے بعد سے سکاٹ لینڈ کے زراعتی مزدوروں میں ایک ٹریڈ یونین کا قیام یقیناً ایک تاریخی سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔انگلستان کے مقہور ترین اضلاع میں سے ایک ضلع Buchinghamshire میں مارچ 1867 میں مزدوروں نے اپنی ہفتہ وار اُجرت میں 10-9 سے 12 شلنگ اضافے کے لئے ایک زبردست ہڑتال کی۔ (پچھلے پیراگراف سے اس بات کا پتا چلے گا کہ انگلستانی زراعتی پرولتاریوں کی تحریک جو پہلے 1830 میں زبردست مظاہروں میں کچلی جا چکی ہے، اور بالخصوص نئے آمدہ قانونِ غربت کی ابتدا سے، ساٹھ کی دہائی میں ایک بار پھر سر اٹھانا شروع ہو چکی ہے یہاں تک کہ 1872 میں یہ آخرکار ایک نیا عہد رقم کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔)

(Addendum to the 3rd ed.)

55۔ رینولڈ کا اخبار، جنوری 1866۔ ہر ہفتے اخبار ہذا ''خوف ناک اور جان لیوا'' اور ''دہشت ناک المیئے'' کی سنسنی خیز شہ سُرخیوں کے تحت ریلوے کے تازی ترین حادثات کی فہرست شائع کرتا ہے۔ان کے بارے میں شمالی سٹےفورڈ شائر کا ایک ریلوے لائن ملازم کہتا ہے: ''اس بارے میں ہر کوئی جانتا ہے کہ اگر کوئی لوکوموٹیو انجن چلانے والا اور انجن میں کام کرنے والا مسلسل اپنے کام پر توجہ نہ کریں تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔اس بات کی کسی ایسے آدمی سے پھر کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ جو اس کام پر مسلسل 29 یا 30 گھنٹے سے مستعد ہو اور جو موسم کا مارا ہوا، اور بے آرام بھی ہو۔ ذیل کی مثال میں اس قسم کے حالات کا نتیجہ دیکھا جا سکتا ہے: _ ایک فائر مین نے سوموار کو صبح سویرے اپنے کام کا آغاز کیا۔جب اس نے اُتنا کام ختم کر لیا جس کو دیہاڑی کے برابر کہا جا سکتا ہے تو وہ مسلسل 14 گھنٹے اور 50 منٹ سے ڈیوٹی پر تھا۔اس سے پہلے کہ اسے چائے پینے کا وقت مل جاتا اس کو ایک بار پھر کام پر جوت لیا گیا......۔اس سے اگلے دن جب اس نے کام ختم کیا تو وہ مسلسل 14 گھنٹے اور 25 منٹ تک اپنے کام پر رہا جس سے کُل ڈیوٹی 29 گھنٹے اور 15 منٹ بنتی ہے اور اس میں کوئی وقفہ بھی شامل نہیں۔ ہفتے کے باقی دنوں کو ذیل کے انداز میں مرتب کیا گیا: ''بُدھ کو 15 گھنٹے، جمعرات کو 15 گھنٹے اور 35 منٹ، جمعہ کو $14\frac{1}{2}$ گھنٹے اور ہفتہ

کے دن 14 گھنٹے اور 10 منٹ، اس طرح سے ہفتے کا کُل کام 88 گھنٹے اور 40 منٹ بن جاتا ہے۔ اب جناب آپ اس کی حیرانی کا اندازہ فرمائیں جس کو صرف $6\frac{1}{2}$ دن کی اُجرت ملتی ہے۔ اس نے یہ سوچا کہ شاید سہواً ایسا ہوا ہے، اس نے وقت منظّم کرنے والے کو درخواست دی...... اور یہ بات دریافت کی کہ ان کے نزدیک آخر دیہاڑی کہتے کسے ہیں، اس کو یہ بتایا گیا کہ ایک ساز وسامان سے متعلقہ آدمی کی دیہاڑی 13 گھنٹے پر مشتمل ہے (مطلب یہ کہ 78 گھنٹے) پھر اس نے پوچھا کہ اس کو 78 گھنٹوں سے زیادہ وقت تک کیوں کام کرایا گیا ہے، لیکن اس کو خاموش کر دیا گیا۔ تاہم اس کو آخر کار اتنا ضرور بتا دیا گیا کہ اس کو ایک اور کوارٹر دیا جا رہا ہے؛ مطلب یہ کہ 10 پینی،۔''

l. c., 4th February, 1866.

Cf. F. Engles, l. c., pp. 253, 254.۔56

57۔ بورڈ آف ہیلتھ کا ماہر معالج ڈاکٹر لیتھبی بے کہتا ہے: ''ایک سونے کے کمرے میں ہر بالغ کے لئے ہوا کی کم از مقدار 300 مکعب فٹ اور کام کرنے والے کمرے میں یہ کم از کم مقدار 500 مکعب فٹ ہونی چاہیے۔'' ڈاکٹر رچرڈسن جو لندن کے ایک ہسپتال کے ایک ماہر معالج ہیں کہتے ہیں: ''بنائی سلائی سے متعلق ہر قسم کی عورتیں جن میں مِل میں کام کرنے والی، ملبوس ساز، یا پھر عام سلائی کرنے والی بھی شامل ہیں ان کو تین قسم کی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے: ایک کثرتِ کار، دوسرے نخالص ہوا، تیسرے ان کا نخالص کھانا یا پھر بگڑا ہوا معدہ...۔ سوئی کا کام بنیادی طور پر مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ ہنروری سے اختیار کر سکتی ہیں۔ لیکن اس پیشے کی بدبختی _ بالخصوص لندن میں _ یہ ہے کہ ان پر کوئی 26 سرمایہ داروں کی اجارہ داری ہے، جو سرمائے کے پیدا کئے گئے موقعوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سرمائے کے ذریعے محن کی کفایت شعاری کرتے ہیں۔ سرمائے کی یہ طاقت پورے طبقے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر ایک لباس تیار کرنے والے کو گاہکوں کا تھوڑا بہت سلسلہ حاصل ہو جاتا ہے تو مقابلے کی فضا ایسی ہے کہ اس کو اپنے گھر کے معمولات چلانے کے لئے موت تک کام کرنا ہوگا اور کثرتِ کار کا یہی بھوت اس پر بھی نازل ہو جائے گا جو اس کی نگرانی میں کام کرے گا۔ اگر وہ ناکام ہو جائے یا انفرادی طور پر کوشش نہ کرے تو اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ کسی ادارے میں ملازم ہو جائے، اس ادارے میں اُسے کام تو کچھ زیادہ کرنا پڑے گا لیکن اس کی رقم البتہ محفوظ ہی رہے گی۔ اس طرح سے وہ محض غلام بن کر رہ جاتی ہے جسے معاشرے کی ہر ہر تبدیلی ادھر سے اُدھر لڑھکا دیتی ہے۔ اگر اب وہ گھر میں ہے تو ایک کمرے میں فاقوں مر رہی ہے یا فاقوں کے قریب ہے، اگر ملازم ہے تب وہ 15 یا 16، بلکہ 24 میں سے 18 گھنٹوں تک مسلسل ایسی فضا میں کام کئے جا رہی ہے جسے بمشکل ہی برداشت کیا جا سکتا ہے، اور جو خوراک اس کو دی جاتی ہے اگر یہ کچھ بہتر بھی ہو تب بھی تازی ہوا کی عدم موجودگی میں

ہضم نہیں ہو سکے گی۔ان لوگوں میں ''دق'' کا مرض پھیل جاتا ہے جو کہ خالصتاً گندی ہوا کا مرض ہے۔'' ڈاکٹر رچرڈسن کی کتاب: "Works and Over Works,"اور دوسری کتاب: "Social Science Review",18th july 1863.

58۔ 23 جولائی 1866 کا اخبار ''مارننگ سٹار''۔روزنامہ ''دی ٹائمز'' نے غلام رکھنے والے امریکیوں کے دفاع کے لئے برائٹ کے خلاف ان حالات کو استعمال کیا۔2 جولائی 1863 کے ایک راہنما کا کہنا ہے کہ ''ہم میں سے بہت سے لوگ سوچتے ہیں کہ جب ہم خود اپنی ہی عورتوں سے اتنا کام لیں کہ وہ موت کے گھاٹ اتر جائیں تو تازیانیکے زناٹے کی جگہ فاقوں مرنے کی مجبوری کو استعمال میں لائیں تو ہمیں قطعاً کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم پیدائشی طور پر غلاموں کے مالکان کے خلاف خون آشام تیر چلائیں جو کم از کم اپنے غلاموں کو خوراک تو خوب دیتے ہیں اور اس کے بدلے میں کام بہت کم لیتے ہیں۔'' اسی انداز میں ایک ٹوری اخبار ''The Standard'' نے مقدس نیومان ہال پر کافی لے دے کی ہے:''اس نے غلاموں کے ان مالکان کو دین بدر کر دیا ہے،لیکن اُس اچھی رعایا کے لئے دعا کی ہے جو کسی پچھتاوے کے بغیر لندن کے بس چلانے والوں اور کنڈکٹروں سے روزانہ 16 گھنٹے کام لیتے ہیں،اور انہیں کُتوں کے برابر معاوضہ دیتے ہیں۔'' آخر کار صاحبِ وحی تھامس کارلائل صاحب کہتے ہیں جس کے متعلق میں نے 1850 میں چھپنے والی کتاب "(Zum Teufel ist der Genius, der Kultus ist geblieben" میں کہا تھا کہ اس نے معاشر تاریخ کے ایک بہت اہم واقعہ_ امریکہ کی خانہ جنگی_ کو ایک خیالی کہانی fable تک محدود کر دیا کہ شمال کا پیٹر جنوب کے پال کا سر پھوڑ دینا چاہتا ہے کیونکہ پیٹر آف نارتھ ایک دن کے لئے محن کو خریدتا ہے جبکہ ساؤتھ کا پال اس کو پوری زندگی کے لئے خرید لیتا ہے۔ ("Macmillan's Magazine,"Ilias Americana in nuce. August, 1863.)اس طرح سے شہری مزدوروں کے لئے ٹوری کے رحم کا بُلبلہ پھٹ گیا،لیکن دیہی کے لئے ہرگز نہیں۔اس تمام گفتگو کا حاصل محض غلامی ہے!

59۔ ڈاکٹر رچرڈسن،(l. c.)

60۔ چلڈرن ایمپلائمنٹ کمیشن۔تیسری رپورٹ.لندن،1864،ص.iv, v, vi۔

61۔ سٹافورڈ شائر اور ویلز ہر دو میں عورتیں اور لڑکیاں کانوں کے پاس اور کوئلے کے ڈھیروں پر نہ صرف دن کو بلکہ رات کو بھی کام کے لئے ملازم رکھی جاتی ہیں۔پارلیمنٹ کو جو رپورٹیں پیش کی جاتی ہیں ان میں کثرت سے اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ اس میں بہت بڑی بڑی اور گندی برائیاں شامل ہیں۔جن عورتوں کو مردوں کے ساتھ ملازم رکھا جاتا ہے انہیں لباس کے معاملے میں مردوں سے بمشکل ہی ممیّز کیا جا سکتا ہے وہ گندگی اور دھوئیں میں اٹی ہوتی ہیں،اور مسلسل کردار کی پستگی کی زد میں رہتی ہیں جو عزتِ نفس کے اس فقدان سے پیدا ہوتا ہے جس سے اس غیر

نسائی شعبے میں نجات پانا ممکن نہیں۔'' ,61 , (l. c., 194, p. xxvi. Cf Fourth Report(1865)
(p. xiii.۔شیشہ سازی کے کاموں میں بھی صورتِ حال یہی ہے۔

62۔فولاد بنانے والے ایک کارخانے کا مالک جو بچوں کو رات کے محن کے لئے استعمال کرتا ہے اس کا کہنا ہے: ''یہ بات فطری ہی نظر آتی ہے کہ جولڑکے رات کے وقت کام کرتے ہیں وہ دن کے وقت نہ تو ٹھیک طرح سے سو سکتے ہیں اور نہ انہیں معقول آرام ہی ملتا ہے، بلکہ وہ اِدھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہیں۔'' (l. c., Fourth Report, 63, p. xiii)

جسمانی نشوونما اور بحالی کے لئے ضروری سورج کی روشنی کی اہمیت کے بارے میں ایک معالج رقم طراز ہے: ''روشنی بھی انسانی جسم کی بافتوں پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہے، یہ ان کو فعال اور آزاد کام کرنے کے قابل بناتی ہے۔ جب جانوروں کے پٹھوں کو معقول روشنی سے محروم کر دیا جائے تو ان کے پٹھے نرم اور بے لچک ہو جاتے ہیں۔ اعصابی قوت کا آہنگ ناقص محرک کی وجہ سے جاتا رہتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ساری نشوونما رک گئی ہو.... بچوں کے معاملے میں دن کے دوران روشنی کی بہت زیادہ مقدار، اور کچھ وقت کے لئے سورج کی شعاعوں سے براہِ راست روشنی حاصل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ روشنی ایک اچھے تندرست خون کی پیداوار کے لئے ضروری ہے، اور یہ ریشوں کو اس وقت مضبوط کرتی ہے جب یہ کمزور پڑ جائیں۔ بصری اعضاء پر بھی اس کا خوش گوار اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے دماغی عمل تیز تر ہوتا چلا جاتا ہے۔'' ڈاکٹر ڈبلیو سٹرینج جو کہ وارکیسٹر جنرل ہسپتال کا سینئر معالج ہے، جس کی کتاب "Health" (مطبوعہ 1864) سے یہ اقتباس لیا گیا ہے اپنے ایک خط بنام مسٹر وہائٹ _ جو ایک کمشنر ہیں _ میں لکھتے ہیں: ''جب میں لنکا شائر میں مقیم تھا تو مجھے اس بات کا موقع ملا کہ رات کے کام کے بچوں پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لوں۔ کچھ کارخانوں کے مالکان کے دعووں کے بالکل الٹ، مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ جن بچوں کو رات کو کام کرنا پڑتا تھا ان کی صحت جلد ہی گرنا شروع ہو گئی۔'' (l. c., 57, p. xii)۔ کہ اس قسم کے سوالات پر سنجیدہ بحث ہونی چاہیے، اس سے اس بات کا بھی بہت واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظامِ پیداوار کس طرح سرمایہ داروں اور ان کے حواریوں کی دماغی اہلیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

63۔ایضاً، 57،ص .xii

64۔ایضاً، چوتھی رپورٹ (1865)، 58،ص vii

65۔ایضاً۔

66۔ایضاً، ص .xiii محن کی ان قوتوں کی رہتل کی سطح لازماً کیسی ہونا چاہئے ذیل کے مقالمے سے ظاہر ہو رہا ہے جو ایک کمشنر کے ساتھ کیا گیا۔ "Jeremiah Haynes" عمر 12 سال۔ ''چار مرتبہ چار ہوں تو 8 بنتے ہیں؛ جبکہ

چار کو اگر چار سے ضرب دیں تو 16 بنیں گے۔ بادشاہ تو وہی ہوگا جس کے پاس سارے کا سارا روپیہ اور سونا ہو۔ ہمارا بھی ایک بادشاہ ہے (کہتے ہیں کہ وہ ملکہ ہے) اور وہ شہزادی الیگزینڈریا کے نام سے موسوم ہے۔ کسی نے بتایا کہ اس نے ملکہ کے بیٹے سے شادی کی۔ ملکہ کے بیٹے کا نام شہزادی الیگزینڈریا ہے۔ شہزادی تو ایک مرد ہی ہوتا ہے۔'' ولیم ٹرنر، عمر 12 سال _ ''انگلستان میں مت رہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ ایک ملک کا نام ہے لیکن پہلے اس کا علم نہ تھا۔'' جان مارئز عمر 14 سال _ ''ہم نے سن رکھا ہے کہ دنیا خدا نے بنائی، اور یہ کہ سب ڈوب گئے مگر ایک بچ نکلا؛ سُنا ہے کہ وہ نچنے والا ایک چھوٹا پرندہ تھا۔'' ولیم سمتھ عمر 15 سال _ خدا نے انسان کو پیدا کیا اور انسان نے عورت کو۔'' ایڈورڈ ٹیلر عمر 15 سال _ ''میں لندن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔'' ہینری میتھیو مین، عمر 17 سال _ ''میں کلیسا میں گیا تھا مگر یہ خوشگوار مواقع بعد ازاں ہاتھ سے نکل گئے۔ وہ ایک نام جس کی وہ تبلیغ کرتے تھے یسوع مسیح کا تھا، لیکن میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، اور نہ ہی میں اس کے بارے میں کوئی بات بتا سکتا ہوں۔ اسے قتل نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ایک عام آدمی کی طرح مرا تھا۔ وہ ایسا بالکل نہیں تھا جیسے لوگ عام طور پر ہوتے ہیں، وجہ یہ کہ وہ کئی انداز میں مذہبی تھا، جبکہ دوسرے اس طرح نہیں ہوتے۔'' (l. c., p. xv.) ''شیطان ایک اچھی شخصیت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ رہتا کہاں ہے۔'' ''مسیح ایک مکار آدمی تھا۔'' ''یہ لڑکی God کو dog بولتی تھی اور اسے شہزادی کے نام کا علم نہیں۔'' ("Ch. Employment Comm. V. Report, 1866, " p. 55, n. 278.) یہی نظام ہمیں شیشہ سازی اور کاغذ سازی میں نظر آتا ہے جیسا کہ ہم ماقبل دھاتی کام میں دیکھ چکے ہیں۔ کاغذ ساز کارخانوں میں جہاں پر کاغذ مشینری کے ذریعے بنایا جاتا ہے وہاں پر بخیے الگ کرنے کے علاوہ تمام کے تمام شعبوں میں رات ہی کو کام ہوتا ہے۔ بعض وقت ایسا بھی دیکھنے کو آیا ہے کہ ادلی بدلی کے نظام کے تحت رات ہی کو سارا ہفتہ، عام طور پر اتوار کی رات سے لے کر اس کے بعد آنے والے ہفتے کی آدھی رات تک کام ہوا کرتا تھا۔ وہ مزدور جو دن کے وقت کام پر ہوتے ہیں ایک ہفتے میں پانچ دن 12 گھنٹے روزانہ، اور ایک دن 18 گھنٹے کام کرتے ہیں۔ اور جو مزدور رات کے وقت ڈیوٹی پر ہوتے ہیں، ہفتے میں پانچ دن روزانہ 12 گھنٹے اور ہر ہفتے ایک سے لے کر 6 گھنٹے تک، اس کے بعد ہفتہ کے روز 18 گھنٹے تا کہ 24 گھنٹے پورے کئے جا سکیں۔ کچھ معاملات میں ملتا جلتا نظام بھی رائج ہے۔ اس نظام کے تحت کاغذ سازی کی مشینری پر کام کرنے والے تمام لوگ روزانہ 15 سے 16 گھنٹے کام کرتے ہیں۔ کمشنر لارڈ کہتا ہے کہ یہ نظام ''12 گھنٹے اور 24 گھنٹے ادلی بدلی میں کام کرنے والے کارخانوں کی تمام برائیاں اپنے اندر سمائے ہوئے لگتا ہے۔'' 13 سال سے کم کے بچے، 18 سال سے کم عمر نوجوان، اور عورتیں اسی رات کے نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ 12 گھنٹے کے نظام کے تحت وہ اس بات پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ جب وہ لوگ نہیں آتے جن کی وجہ سے ان کو چھٹی ملنی ہوتی

ہے تو ان کو اس سے دگنا زیادہ یعنی 24 گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ شہادتیں یہ بات ثابت کر دیتی ہیں کہ لڑکے اور لڑکیاں اکثر اوقات کثرتِ کار میں الجھے رہتے ہیں، اور یہ [کثرتِ کار] بغیر رکے 24 سے 36 گھنٹے تک جاری رہتا ہے۔ شیشہ چمکانے کے کام میں جو مسلسل جاری رہتا ہے یہ دیکھا گیا کہ 12 سال کی لڑکیاں پورا مہینہ 14 گھنٹے روزانہ کام کرتی رہی ہے، ''اور اس میں دو یا پھر زیادہ سے زیادہ تین چھوٹے چھوٹے کھانے کے لئے مختص وقفوں کے علاوہ کچھ آرام نہیں ملتا۔'' کچھ مِلوں میں جہاں رات کا باقاعدہ محن ترک کر دیا گیا ہے، کثرتِ کار تمام حدیں توڑ جاتا ہے، ''اور ایسا عموماً وہاں ہوتا ہے جہاں پر کام غلیظ اور گرم ترین جگہ پر بڑا تھکا دینے والا اور یک رُخا ہوتا ہے۔'' ("Ch. Employment Comm. Report. IV.," p. xxxvii, and, xxxix.)

67۔ چوتھی رپورٹ وغیرہ، 1865، 79، ص. xvi۔

68۔ ایضاً، 80، ص۔ xvi.۔

69۔ ایضاً، 81، ص، xvii۔

70۔ ہمارے دور میں جب سوچ بچار اور غور و فکر کو اہمیت حاصل ہے وہ آدمی کسی قابل نہیں جو ہر کام کی وجہ نہ بتا سکے، تاہم اُس کے دلائل جتنے بھی احمقانہ اور بے معنی ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس دنیا میں جو کام بھی غلط طور پر کیا جاتا ہے، اس کا غلط پیرائے میں کیا جانا منطق ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (Hegel, l. c., p. 249.)

71۔ l. c., p. cvii شیشہ سازوں کی لطیف باریک بینیاں کہ بچوں کے لئے کھانے کے لئے باقاعدہ وقفہ ممکن نہیں کیونکہ ان بھٹیوں سے نکلنے والی حرارت کی اچھی خاصی مقدار کی وجہ سے کارخانے کو ''حقیقی نقصان'' یا ''خسارے'' کا شدید خطرہ ہو سکتا ہے۔ کامشنر وہائٹ نے جواب دیا۔ اس کا جواب یوری سینئر وغیرہ، اور نہ Ala Roscher جیسے ان گھٹیا سرقہ باز کے انداز میں تھا جو کہ سرمایہ داروں کی سونے کے استعمال کی بابت جزرسی، کم خرچی اور کفائت شعاری سے، اور ان کے انسانی جان کے ساتھ تیمور لنگ جیسے سلوک سے دلی طور پر متاثر نظر آتا ہے! ''حرارت کی وہ خاص مقدار جو اس وقت معمول سے زیادہ ہے، ہو سکتا ہے اس وقت بھی ضائع ہو رہی ہو۔ اگر ان صورتوں میں کھانے کے وقفے کر لئے جاتے؛ لیکن یہ قوتِ انسانی کے اُس ضیاع سے قیمتاً برابر نہیں ہو سکتا جو آج کل پوری سلطنت میں بڑھتے ہوئے ان بچوں کے ساتھ ہو رہا ہے جن کے پاس اتنا وقت نہیں کہ سکون سے کھانا کھا سکیں اور اس کے بعد معدہ ٹھیک رکھنے کے لئے چند ثانیے آرام کر لیں۔'' (l. c., p. xlv.) اور یہ ترقی کے سال 1865 میں ہو رہا ہے! جو 'قوت' اٹھانے اور لے جانے پر خرچ ہوتی ہے اگر اس کو نہ گنا جائے، تو ایسا بچہ جو کسی ایسے شعبے میں کام کرتا ہو جہاں پر شیشے کی بوتلیں اور چقماق بنتے ہوں اس کو کام کرتے ہوئے 6 گھنٹے کے دوران 15-20 میل چلنا پڑتا ہے! اور عام طور پر کام 14 یا 15 گھنٹے تک جاری رہا ہے! شیشہ سازی کی بہت ساری

فیکٹریوں میں، جیسا کہ ماسکو کی کتائی والی ملوں میں چھ چھ گھنٹوں کی ادلی بدلی کا کام رائج ہے۔''ہفتے میں کام کا زیادہ سے زیادہ دورانیہ چھ گھنٹے تک جاتا ہے کہ اس کے بعد آرام کا وقفہ ہو، اور اسی میں کام پر آنے اور واپس جانے کا وقت، علاوہ ازیں نہانا دھونا، کپڑے بدلنا، روٹی کھانا، جس میں آرام کے لئے تو بہت کم وقت ہی رہ جاتا ہے جبکہ تازہ ہوا اور کھیل کے لئے کوئی وقت بھی نہیں بچتا، اگر نیند سے کچھ وقت کم نہ کیا جائے، جو چھوٹے بچوں کے لئے انتہائی ضروری ہوتی ہے خاص طور پر اس قسم کے سخت اور تھکا دینے والے کام میں.....حتیٰ کہ یہ مختصر نیند بھی بعض صورتوں میں ٹوٹ جاتی ہے، کبھی رات کو اس وجہ سے کہ بچوں کو اٹھنا پڑ جاتا ہے اور کبھی دن کو کام کے شور سے۔''

مسٹر وہائٹ مثال دیتا ہے جس میں ایک لڑکا مسلسل 36 گھنٹے کام کرتا رہتا ہے، اور دوسری مثال میں 12 سال کی عمر کے بچوں کو رات 2 بجے تک کام پر لگائے رکھا جاتا ہے۔ وہ پانچ بجے تک سوتے ہیں ۔ (فقط دو گھنٹے!) Tremenheere اور Tufnell جو جنرل رپورٹ کے ڈرافٹ بناتے تھے، کہتے ہیں: ''کام کی وہ مقدار جو لڑکے، کم سن بچے، لڑکیاں، اور عورتیں اپنے دن یا رات کے دورانیے میں کرتے ہیں یقیناً کافی سے زیادہ ہوتی ہے۔'' (l. c., xiiii. and xliv) اسی دوران میں غالباً رات گئے مسٹر شیشہ ساز سرمایہ دار نشے سے بدمست شراب خانے سے باہر نکل رہے ہوتے ہیں، اور نشے میں اس قسم کا ہذیان بک رہے ہوتے ہیں کہ ''اہلِ برطانیہ، کبھی بھی غلام نہیں ہو سکتے!''

72۔ انگلستان کے دیہی علاقوں میں اب بھی کہیں کہیں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ کسی مزدور کو اس بات پر قید کر دیا جاتا ہے کہ اس نے ہفتہ وار چھٹی کے مذہبی تقدس کو توڑتے ہوئے اپنے مکان کے سامنے والے باغ میں کام کیوں کیا ہے۔ اسی مزدور کو تب بھی سزا دی جاتی ہے جب اس نے معاہدے کو توڑتے ہوئے اتوار کے دن دھات، کاغذ، یا شیشے کے کارخانوں میں کام کرنے کیوں نہیں آیا، اب چاہے وہ مذہبی تقدس کی بنیاد پر ہی کام کرنے سے رُکا ہو۔ اگر ہفتے کے دن کام کرنے کا گناہ سرمائے کی اضافے کے سلسلے میں سرزد ہو جائے تو کٹر مذہبی پارلیمنٹ اس بارے میں کچھ نہیں سنے گی۔ (اگست 1863 کی) یادداشت جس میں لندن کے دیہاڑی دار مزدوروں نے مچھلی اور مرغیوں کے دکانوں میں جاری اتوار کے محن کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے، اس میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ پہلے چھ دنوں میں ان کا کام روزانہ 15 گھنٹے کی اوسط میں جاری رہتا ہے اور اتوار کے 8 سے 10 گھنٹے۔ اسی یادداشت سے ہمیں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ Exeter Hall کے امراء میں پیٹو اور منافق اس ''اتوار کے محن'' کی خاص طور پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ یہ مقدس اشخاص جو کھانے پینے کے بہت زیادہ شائق ہوتے ہیں اپنی عیسائیت کو اُس انکساری سے ظاہر کرتے ہیں جس کے ساتھ وہ دوسروں کے کثرتِ کار، غربت، اور فاقہ کشی کو برداشت کرتے ہیں۔ ان (مزدوروں) کے معدے کے لئے کھانے پینے کی ہوس خطرناک ثابت ہوتی ہے۔

73۔''ہم نے اپنی پچھلی رپورٹوں میں ایسے بہت سے تجربہ کار کارخانہ داروں کے اس اثر کے بارے میں بیانات رقم کئے ہیں کہ کثرتِ کار..... یقیناً انسان کی کام کرنے کی صلاحیت کو کم کرنے کا رجحان رکھتا ہے۔'' (l. c., p. xiii)

74۔ Cairns, "The Slave Power"، ص.110،111۔

75۔ جان وارڈ کی کتاب "The Borough of Stoke-upon-Trent," لندن، 1843، ص.42۔

76۔ ہاؤس آف کامنز میں فیرنڈ کی تقریر، 27 اپریل، 1863۔

77۔''روئی کے صنعت کاروں نے بالکل یہی الفاظ استعمال کئے تھے۔'' l. c.

78۔ بحوالہ سابقہ؛ اپنی بہترین اور پُرخلوص نیت کے باوجود مسٹر وِلیئرز اس بات پر مجبور تھا کہ کارخانہ داروں کی درخواست کو ماننے سے انکار کرے۔ تاہم ان حضرات نے مقامی قانون برائے غربت کے بورڈ کی عنایت کیش فطرت کی بنا پر اپنا مقصد حاصل کیا۔ فیکٹری کا ایک معائنہ کار مسٹر اے ریڈگریو کہتا ہے کہ اس مرتبہ وہ نظام جس کے تحت یتیم اور غریب بچوں کے ساتھ ''قانوناً'' شاگرد جیسا سلوک کیا جاتا ہے ''اس میں قدیم انداز کی خباثتیں نہ تھیں۔'' (ان برائیوں کے بارے میں جاننے کے لئے اینگلز کی متذکرہ کتاب ملاحظہ ہو۔) اگرچہ ایک صورت میں ''اس نظام کی، ان لڑکیوں اور عورتوں کے سلسلے میں جو سکاٹ لینڈ سے لنکا شائر اور چے شائر میں لائی گئی تھیں، ایک برائی موجود تھی۔'' اسی نظام کے تحت کارخانہ دار ایک خاص مدت کے لئے کسی Work House کی انتظامیہ کے ساتھ معاہدہ کرتا تھا۔ ''اس نے بچوں کو خوراک، لباس اور چھپر مہیا کئے اور ان کو وظیفے کی مد میں کچھ روپے بھی دیے۔ مسٹر ریڈگریو کے اقتباس کو براہِ راست رقم کرنا عجیب دکھائی دے گا، خاص طور پر اگر ہم یہ سمجھیں کہ انگلستان کی روئی کی صنعت میں خوش حالی کے دنوں میں 1860 کے سال کی مثال نہیں ملتی، اور اس کے علاوہ اُجرتیں بہت غیر معمولی تھیں۔ کام کی اس غیر معمولی طلب کو آئر لینڈ کی آبادی میں کمی کا سامنا تھا؛ اور ساتھ ساتھ انگلستان اور سکاٹ لینڈ کے زرعی اضلاع سے آسٹریلیا اور امریکہ میں نقل مکانی کی صورتِ حال بھی موجود تھی، مزید یہ کہ انگلستان کے کچھ زراعتی اضلاع میں آبادی کم بھی ہوتی گئی، جس کی کچھ وجہ تو مزدور کی قوتِ حیات میں کمی تھی اور کچھ وجہ یہ تھی کہ انسانی گوشت کے تاجروں کی سرگرمیوں کی وجہ سے آبادی کا کچھ حصہ منتشر ہو چکا تھا۔ ان ساری صورتوں کے باوجود مسٹر ریڈگریو کہتا ہے: ''اس طرح کا محن صرف اسی وقت حاصل کیا جاتا ہے جب دوسرا کوئی محن بھی میسر نہ آسکے، وجہ یہ کہ ان کی اُجرت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک تیرہ سال کی عمر کے بچے کی عام اُجرت 4 شلنگ فی ہفتہ ہوسکتی ہے، لیکن 50 یا 100 بچوں کو رہائش، لباس، خوراک، اور طبی و دیگر سہولیات مہیا کرنے میں 4 شلنگ کی رقم کافی نہیں ہوسکتی۔'' (30 اپریل 1860 کی بابت فیکٹری کے معائنہ کار کی رپورٹ، ص.27) مسٹر ریڈگریو یہ

بات ہمارے علم میں لانا بھول گئے ہیں کہ خود ایک مزدور اپنے بچوں کے لئے انہی 4 شلنگ فی ہفتہ میں یہ سب لوازمات مہیا کرنے میں کیونکر کامیاب ہوسکتا ہے جب ایک کارخانہ دار 50 یا 100 بچوں کے لئے یہ سب کچھ نہیں کرسکتا جب کہ ان کا کھانا پینا اکٹھا ہوتا ہے۔ متن میں آنے والے غلط نتائج کو واضح کرنے کے لئے مجھے یہاں پر اس بات کا ذکر کرنا پڑے گا کہ انگلستان کی روئی کی صنعت _ جب سے یہ اپنے عرصۂ محن کے انضباط کے ساتھ 1850 کے انگلستانی فیکٹری ایکٹ کے تحت آئی ہے _ کو انگلستان کی مثالی صنعت کی رو سے دیکھنا چاہیے۔ انگلستانی روئی کی صنعت سے متعلقہ مزدور برِاعظم کے مزدور کی بُری حالت کی نسبت بہت بہتر حالت میں ہے۔ ''پروشیائی صنعت کے مزدور انگلستانی مزدوروں کی نسبت ایک ہفتے میں 10 گھنٹے زیادہ کام کرتے ہیں، اور اگر وہ خود اپنی کھڈی پر اپنے ہی گھر کام کرے تو پھر اس کا محن وقت کی ان حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔'' ("Rep. of Insp. of fact.," 31 October, 1855, p. 103.)۔ فیکٹری کے معائنہ کار ریڈ گریو نے، جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، 1851 کی صنعتی نمائش کے بعد پورے برِاعظم کا دورہ کیا، خاص طور پر وہ فرانس اور جرمنی گیا، اس کا مقصد یہ تھا کہ کارخانوں کے اندرونی حالات کا پتا چلائے۔ پروشیائی مزدوروں کے بارے میں وہ کہتا ہے: ''اُسے اتنا عوضانہ مل جاتا ہے جس سے وہ تھوڑا بہت کھانے کے لئے حاصل کرلے اور اتنا آرام وسکون حاصل کرلے جس کا وہ عادی ہے۔.....وہ اپنے چھوٹے موٹے خرچ پر گزارا کرتا ہے اور سخت محنت کرتا ہے اپنی اس حالت میں وہ برطانوی مزدور سے خستہ حال ہوتا ہے۔'' ("Rep of Insp. of Fact., " 31 October., 1855, p. 85.)

79۔ ''جو مزدور کثرتِ کار کا شکار ہوجاتے ہیں ''حیرت انگیز طور پر جلد مر جاتے ہیں؛ لیکن جو [مزدور] مرجاتے ہیں ان کی جگہیں بہت جلد پُر ہوجاتی ہیں؛ اور ایک کی جگہ دوسرے شخص کا اس طرح اچانک آجانا منظر میں کوئی فرق نہیں ڈالتا۔''

("Engalnd and America. " London, 1833, vol. I, p. 55. By E. G. Wakefield.)

80۔ دیکھئے "Public Health. Sixth Report of the Medical Officer of the Privy Council, 1863." یہ رپورٹ 1884 کو لندن سے شائع ہوئی۔ اس رپورٹ میں خصوصاً زراعتی مزدوروں کا ذکر ہے۔ ''سودرلینڈ......جو عام طور پر ایک اعلیٰ ترقی یافتہ ملک تصور کیا جاتا ہے.....لیکن.....حالیہ تحقیقات نے دریافت کیا ہے کہ یہاں کے ایسے اضلاع، جو ایک وقت تھا کہ اپنے عمدہ مردوں اور بہادر سپاہیوں کی وجہ سے مشہور تھا، اب ان میں بسنے والے پست اور کمزور نسل میں بدل چکے ہیں۔ سمندر کے بالمقابل پہاڑی علاقوں جیسے صحت

افزا مقامات میں بھی فاقہ زدہ بچوں کے چہرے اس قدر پیلے نظر آتے ہیں کہ جیسے وہ لندن کی گلیوں کے گندے ماحول میں رہنے والے ہوں۔'' (W. H. Thornton. "Over Population and its Remedy." l. c., pp. 74, 75.)۔وہ درحقیقت ان 30,000 نڈر پہاڑی باشندوں سے مشابہ ہیں جو گلاسگو کی تنگ و تاریک گلیوں اور احاطوں میں سؤروں، طوائفوں اور چوروں کے ساتھ مل کر رہتے ہیں۔

81۔ ''لیکن اگرچہ آبادی کی صحت قومی سرمائے کا بہت اہم سوال ہے، لیکن یہ کہنا پڑے گا کہ ہمیں خدشہ ہے کہ مزدوروں کو نوکری دینے والا طبقہ اس خزانے کی حفاظت اور نگہداشت کے معاملے میں اتنی دلچسپی نہیں رکھتا.....۔ مِل مالکان کو مزدور طبقے کی صحت کا خیال رکھنے کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔'' (*Times,* November 5th, 1861.) ''ویسٹ رائڈنگ کے باشندے بنی نوع انسان کو کپڑا پہنانے والے بن گئے....مزدور طبقے کی صحت کو قربان کیا گیا اور چند ہی نسلوں کے بعد نسلِ انسانی اپنی صحت کھو بیٹھے گی۔لیکن اس کا ردِعمل ظاہر ہو چکا ہے۔لارڈ شیفٹس بری کے بل نے بچوں کے محن کے گھنٹے محدود کر دئے ہیں،'' وغیرہ وغیرہ۔ ("Report or the Registrer-General," for October. 1861.)

82۔ ''چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ، مثال کے طور پر، 1863 میں سٹےفورڈ شائر کی 26 فرمیں جن میں بھاری ظروف سازی کا کام ہوتا ہے؛ ان فرموں میں Josiah Wedgwood, & Sons, بھی شامل ہے، انہوں نے ایک یادداشت میں ''قانون سازی'' کے لئے ایک پٹیشن دائر کی۔ دوسرے سرمایہ داروں کے ساتھ مقابلے کی فضا ان کو بچوں وغیرہ کے لئے عرصۂ محن کی کسی قسم کی حد بندی کی اجازت نہیں دیتا۔'' جتنی برائیوں کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ان پر ہمیں بڑا افسوس ہے، ان پر کارخانہ داروں کے مابین معاہدے کی سکیم سے قدغن نہیں لگائی جا سکتی....۔اگر ہم ان تمام پہلوؤں کو زیرِ بحث لائیں تو یقیناً ہم اسی نقطے پر پہنچتے ہیں کہ کسی قانونی ضابطے کی ضرورت موجود ہے۔'' ("Children's Employment Comm." Rep. 1, 1863, p. 322.) حال ہی میں ایک زیادہ متاثر کن مثال سامنے آئی ہے۔کاروباری سرگرمیوں میں شدید اضافے کے دوران روئی کی قیمت میں اضافے نے Blackburn کے کارخانہ داروں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ باہمی مفاہمت سے اپنی ملوں میں وقتِ محن کے دورانیے کو ایک خاص متعینہ عرصے تک کم کر دیں۔ یہ دورانیہ نومبر 1871 کے اختتام پر ختم ہوا۔اسی دوران نسبتاً خوش حال کارخانہ داروں نے_ جو کہ کاتنے اور بُننے کے دونوں کام کرتے تھے_ اس معاہدے کے نتیجے میں ہونے والی پیداوار میں کمی کو خود اپنے کاروبار میں اضافے کے لئے استعمال کیا، چنانچہ وہ چھوٹے سرمایہ داروں کی قیمت پر بڑے بڑے منافعے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔حالات میں شدت کے کے نتیجے میں آخر الذکر کارندوں کی طرف گئے، چنانچہ اُنہوں نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ 9 گھنٹے کی بابت تحریک کا آغاز کریں، اور اس کے

بدلے میں انہوں نے عطیات دینے کا وعدہ بھی کیا۔

83۔ محن کے بارے میں یہ قوانین، جن سے ملتے جلتے قوانین اسی زمانے میں فرانس، نیدرلینڈ اور کئی دوسرے ملکوں میں بھی لاگو ہو رہے تھے، ان کو پہلے انگلستان میں 1813 میں رسمی طور پر منسوخ کیا گیا؛ یعنی پیداواری طریقوں میں آنے والی ایسی تبدیلیوں کے طویل عرصے کے بعد جنہوں نے ان کو بالکل فرسودہ کر دیا تھا۔

84۔ ''کسی بھی صنعتی ادارے میں 12 سال سے کم کسی بچے کو بھی ایک دیہاڑی میں 10 گھنٹے سے زیادہ کے لئے ملازم رکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔'' General Statutes of Massachusetts, 63, ch. 12. (1836 سے لے کر 1858 تک کئی قوانین کی منظوری دی گئی) ''روئی، اُون، ریشم، کاغذ، شیشہ، اور سَن بنانے والی تمام کی تمام فیکٹریوں میں، علاوہ ازیں فولاد اور تانبے کا ساز و سامان بنانے والی فیکٹریوں میں ایک دن میں 10 گھنٹے کے دوران کئے جانے والے محن کو قانونی طور پر دیہاڑی کا درجہ دیا جائے گا۔ اور اس بات کو بھی قانون کا درجہ دے دیا گیا ہے کہ کم عمر کے کسی بچے کو کسی فیکٹری میں بھی روزانہ 10 گھنٹے سے زیادہ اور ایک ہفتے میں 60 گھنٹے سے زیادہ کام پر لگائے رکھنے کی اجازت نہ ہوگی؛ مزید یہ کہ آئندہ دس سال سے کم عمر کے کسی بچے کو بھی ملک کی کسی فیکٹری میں بطور مزدور داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔'' نیوجرسی کی ریاست محن کے گھنٹے کم کرنے کی بابت قانون، وغیرہ، 1 اور 2۔ (18 مارچ 1851 کی بابت قانون۔) ''کوئی نابالغ لڑکا جو 12 سال کا ہو گیا ہو لیکن ابھی 15 سال سے کم ہو، اس کو کسی فیکٹری میں بھی 11 گھنٹے سے زیادہ یا صبح 6 بجے سے پہلے اور شام 7:30 کے بعد کام پر لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔'' ("Revised Statutes of the State of Rhude Island," &c., ch. 139, 23, 1rst jily, 185.)

85۔ "Sophisms of Free Trade." طبعِ ہفتم، لندن، 1850، ص. 205، طبعِ نہم، ص. 253۔ یہی ٹوری مصنف ساتھ ساتھ یہ بات بھی تسلیم کرتا ہے کہ ''پارلیمنٹ کے وہ قوانین جو اُجرت کو منضبط کرتے ہوں لیکن جو مزدور کے خلاف ہوں اور مالک کے حق میں ہوں 464 سال کی ایک طویل مدت تک لاگو رہے۔ آبادی میں اضافہ ہو گیا۔ پھر پتا چلا کہ یہ قوانین غیر ضروری ہیں بلکہ ایک قسم کے بوجھ کی مانند ہیں۔'' (ایضاً، ص. 206.)

86۔ اس قانون کے حوالے سے J. Wade بڑے حقیقت بھرے انداز میں کہتا ہے: ''اوپر دیے گئے بیان کی رو سے (مطلب یہ کہ اس قانون کے مطابق) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ 1496 میں خوراک کو ایک کاریگر کی آمدن کا تیسرا حصہ تصور کیا جاتا تھا اور ایک مزدور کے محن کا آدھا؛ یہ بات اس وقت کے مزدور طبقے کی آج کی نسبت آزادی ظاہر کرتی ہے؛ کیونکہ مزدوروں اور کاریگروں ہر دو کی رہائش وغیرہ کا خرچ پہلے کی نسبت اس کی آج کی اُجرت کا زیادہ حصہ بنتا ہے۔'' (J. Wade, "Histry or the Middle and Working Classes,", pp. 24,

(25, and 577. یہ نقطۂ نظر کہ اس فرق کی وجہ اس وقت کے اور اب کے خوراک اور لباس کی قیمتوں کے تناسب میں فرق پر موقوف ہے؛ اور آج یہ مفروضہ بشپ فلیٹ ووڈ کی کتاب "Chronicon Preciosum, &c." کا غایت نظر سے مطالعہ کرنے سے غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب پہلی دفعہ لندن میں 1707 میں چھپی اور دوسری دفعہ لندن سے 1745 میں شائع ہوئی۔

87۔ ڈبلیو. پٹی کی کتاب. "Political Anatomomy of Irland, Verbum Sapienti,"1672, Ed. 1691, p. 10.

88۔ "A Discourse on the necessity of encouraging Mechanick Industry," لندن، 1690، ص. 13۔ میکالے جس نے 'Whigs' (قدامت پرست پارٹی) اور بورژوازیوں کی خاطر انگریز تاریخ کو خلط ملط کیا، کہتا ہے: ''بچوں کو سنِ بلوغت میں داخل ہونے سے قبل ہی کام پر لگانے کی روایت.... 17 ہویں صدی میں اس حد تک رائج تھی کہ جب مصنوعات سازی کی حد کے ساتھ اس کا موازنہ کیا جاتا ہے تو یہ بات محض نا قابلِ تصور معلوم ہوتی ہے۔ ناروچ میں _ جو کپڑا سازی کی تجارت کا ایک بڑا مرکز ہے _ چھ سال کی عمر کے بچے کو محنت مزدوری کے لئے موزوں خیال کیا جاتا ہے۔ اس دور کے کئی مصنفین نے _ جن میں سے بعضوں کو بڑا رحم دل سمجھا جاتا تھا _ اس واقعے کو بڑے پُر مسرت انداز میں بیان کیا ہے کہ صرف ایک یہی شہر ہے جس میں چھوٹی عمر کے لڑکے لڑکیاں بھی اتنی دولت جمع کر لیتے ہیں جو ان کی ایک سال کی ضروریات سے 12 ہزار پونڈ زیادہ ہوتی ہے۔ ہم ماضی کی تاریخ کا جتنی احتیاط سے مطالعہ کریں ہمیں ان لوگوں سے اختلاف کی وجوہ اتنی ہی زیادہ ملیں گی جن کا خیال یہ ہے کہ ہمارا عہد سماجی برائیوں کی پیدائش کے لئے زیادہ ساز گار ہے.....۔[اس عہد میں] نئی چیز وہ ذہانت اور انسان دوستی ہے جو ان خرابیوں کو دور کرتی ہے۔'' ("Histry of England,"vol. 1., p. 417.) ۔ میکالے بعد ازاں یہ بھی بتا سکتا تھا کہ سترہویں صدی میں تجارت کے رفقا ''بڑے اچھے اور مسرت بھرے'' انداز میں بیان کرتے ہیں کہ ہالینڈ کے ایک غریب گھرانے میں ایک 4 سال کے بچے کو کس طرح ملازم رکھا گیا، اور یہ کہ ''عملی نیکی'' کی یہ مثال؛ اور انسانیت کے ساتھ محبت کا یہی طریقہ آدم سمتھ کے دور تک قائم رہا۔ یہ ٹھیک ہے کہ جب کارخانہ داری نے دستکاری کی جگہ لے لی تو بچوں کا استحصال ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔ یہ استحصال ہمیشہ کسانوں ہی میں کسی حد تک محدود رہا، اور یہ اسی قدر بڑھتا چلا گیا جتنا کہ کاشتکار پر پڑنے والے بوجھ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وہاں سرمائے کا رجحان کسی قسم کی غلطی کئے بغیر دیکھا جا سکتا ہے لیکن خود حقائق ابھی تک اتنے بکھرے ہوئے ہیں کہ جیسے دوسروں والے بچوں کی پیدائش۔ پس ان کا ''بڑی مسرت کے ساتھ'' ذکر کیا جاتا ہے، جیسے وہ قابلِ ذکر اور دور سے نظر ڈالنے سے اتنے عجیب دکھائی دیں جیسے ان کو اپنے وقت

کے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے نمونے کے طور پر رکھا گیا ہو۔ سکاٹ لینڈ کے اسی باتونی اور چاپلوس میکالے نے کہا ہے کہ: ''ہم آج محض رجعت پرستی کا ذکر سنتے ہیں اور ترقی دیکھتے ہیں۔'' کیسی یہ آنکھیں ہیں، اور بالخصوص کیسے یہ کان ہیں!

89۔ مزدوروں کو گالی گلوچ کرنے والوں میں سب سے زیادہ وہ بے نام مصنف ہے جس کا متن میں ذکر کیا گیا ہے اور اس کی کتاب: "An Essay on the Trade and Commerce, containing Observations on Taxes, &c., " London, 1770.۔ وہ اس موضوع پر اپنی پہلی کتاب میں بھی لکھ چکا ہے جس کا نام "Considerations on Taxes." ہے، یہ لندن سے 1765 میں چھپی۔ اسی انداز میں Polonious Arthur Young بھی کہتا ہے، جو اعداد و شمار لے کر بے معنی انٹ شنٹ بکتا ہے۔ مزدور طبقے میں سب سے زیادہ اہم نام جیکب وینڈر لائن کا ہے؛ اور اس کی کتاب "Money Answers all Things." ہے، یہ کتاب 1734 کو لندن سے شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ ریو. نیتھانیل فارسٹر. ڈی. ڈی صاحب ہیں جو "An Enquiry into the Causes of the Present High Price of Provisions," London, 1767 اس کے علاوہ ڈاکٹر پرائس اور بالخصوص Postlethwayt جس طرح اس نے اپنی کتاب "Universal Dictionary of Trade and Commerce" میں لکھا ہے بالکل اسی طرح کتاب: "Great Britain's Commercial Interest explained and improved." کی دوسری طباعت میں ذکر ملتا ہے، دوسری بار یہ کتاب 1755 کو شائع ہوئی۔ حقائق کی اس وقت کے کئی دوسرے مصنفین نے بھی تصدیق کی ہے؛ اور ان مصنفین میں Josiah Tucker بھی شامل ہیں۔

90۔ Postlethwayt, l. c., "First Prminary Discourse," p. 14.

91۔ ''ایک مضمون'' وغیرہ۔ وہ خود صفحہ 96 پر اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ انگریز زراعتی کسان کی ''خوشی'' ماقبل یعنی 1770 میں جس بات پر موقوف تھی کہ ''ان کی قوتوں کو پہلے ہی مکمل طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، وہ جتنی گھٹیا زندگی اب گزار رہے ہیں اس سے مزید بہتر کرنے کی اب ان میں سکت نہیں، اور نہ ہی وہ اب اس سے زیادہ سخت کام کر سکتے ہیں۔''

92۔ پروٹیسٹین ازم نے چھٹی کے تمام دنوں کو دیہاڑیوں میں بدل کر سرمائے کی تشکیل میں بڑا اہم کام سرانجام دیا ہے۔

93۔ ''ایک مضمون'' وغیرہ، ص. 15، 41، 96، 97، 55، 57، 69۔ جیکب وینڈر لنٹ نے اتنا عرصہ قبل ہی یہ بات کہی تھی جتنا 1734 کا سال کہ سرمایہ دار سُستی کا ہلی کا جو نعرہ مزدور طبقے کے خلاف لگاتے تھے اس کے پیچھے

رازصرف یہ تھا کہ وہ 4 دن کی مزدوری کا جو معاوضہ لیتے ہیں اسی کو 6 دن کے معاوضے کے بطور قبول کریں۔

94۔ ایضاً، ص. 242۔

95۔ ایضاً، وہ کہتا ہے ''فرانسیسی ہمارے حُریت کے پُر جوش تصورات پر ہنستے ہیں۔'' ایضاً، ص. 78۔

96۔ ''انہوں نے بالخصوص اس محن پر اعتراض کیا جو ایک دن میں 12 گھنٹے سے زیادہ ہوتا تھا؛ کیونکہ جس قانون نے یہ اوقات مقرر کئے تھے، جمہوریہ کی قانون سازی کی واحد اچھائی ہے جو ان تک پہنچی ہے۔'' ("Rep. of Insp. of Fact.", 31st October, 1856, p. 80.) 5 ستمبر 1850 کا بارہ گھنٹے کی بابت فرانسیسی بل جو کہ صوبائی حکومت کے 2 مارچ 1848 کے حکم نامے کا بورژوا ایڈیشن ہے، تمام کارگاہوں پر بلا مستثنیات لاگو ہوتا ہے۔ اس قانون سے قبل فرانس میں دیہاڑی کا کوئی تعین نہیں تھا۔ فیکٹریوں میں یہ 14 اور 15 گھنٹوں سے بھی زیادہ دیر تک چلتی رہتی تھی۔ دیکھئے کتاب: "Des classes ouvrieres en France, pendant l'annee 1848. Par M. Blanqui." معیشت دان 'مسٹر بلانکی' نہ کہ انقلابی، کو حکومت کی طرف سے مزدور طبقے کی صورتِ حال کی تفتیش کرنے کے لئے تعینات کیا گیا۔

97۔ دیہاڑی کے تعین کے سلسلے میں بلجیم ایک مثالی بورژوازی ریاست ہے۔ ویلڈن کا ''لارڈ ہاورڈ'' جو کہ برسلز میں سفارتی فرائض سرانجام دیتا تھا اپنے دفترِ خارجہ کو بتاتا ہے: ''جناب وزارت پناہ مسٹر روژئر مجھے نے آگاہ کیا ہے کہ بچوں کا محن کسی عمومی ضابطے سے اور نہ کسی مقامی حد بندی ہی سے محدود کیا گیا؛ یہ کہ گزشتہ تین سال سے حکومت نے ہر دور میں اس مسئلے پر کوئی بل منظور کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اسے ہمیشہ ایک نا قابلِ عبور رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون بنانے سے قاصر رہی ہے جو مزدور کی مکمل آزادی سے متضاد ہو۔''

98۔ ''یقیناً یہ زیادہ قابلِ افسوس بات ہے کہ افراد کا کوئی بھی گروہ ایک دن میں 12 گھنٹے تک کام کرے، اور اگر اس میں ان کے کھانے پینے، گھر جانے اور گھر سے واپسی وغیرہ کے اوقات کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ 24 گھنٹوں میں سے 14 گھنٹے بن جائیں گے.... میرا خیال ہے کہ صحت کے بارے میں فکر مند ہوئے بغیر کوئی شخص بھی یہ بات تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا کہ اخلاقی نقطۂ نظر میں مزدور طبقے کے وقت کی اس طرح کی تجذیب، جس میں کوئی وقفہ نہ ہو، اور جس میں عمر کے بھی ابتدائی سال ہوں؛ اور تجارت میں اس سے بھی چھوٹی عمر پر کوئی پابندی نہ ہو تو یہ ایک ایسی برائی بن جاتی ہے جس کی سخت مذمت کرنی چاہیے..... چنانچہ عوامی اخلاقیات کی خاطر اور ایک منظّم آبادی کو پروان چڑھانے کی خاطر، علاوہ ازیں آبادی کے ایک بڑے حصے کو زندگی کی ایک معقول تفریح فراہم کرنے کے لئے اس چیز کی بے انتہا ضرورت ہے کہ تمام قسم کی کاروباری سرگرمیوں میں دیہاڑی کا کچھ حصہ آرام و سکون کے لئے مختص ہونا چاہیے۔''

("Leonard Horner in "Reports of Insp. of Fact. for 31st Dec., 1841.)

99۔ دیکھئے "Judgment of Mr. J. H. Otway, Belfast. Hilary Sessions, County Antrim, 1860."

100۔ بورژوازی شہنشاہ Louis Philippe کے اندازِ حکومت کی یہ سب سے بڑی صفت ہے کہ اس کے دورِ حکومت میں ایک فیکٹری ایکٹ منظور ہوا؛ یہ آئین 22 مارچ 1841 کا تھا جس پر کبھی بھی عمل درآمد نہ ہو سکا۔ اور یہ قانون صرف ''بچوں کے محن'' ہی کے بارے میں تھا۔ اس میں 8 سے 10 سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے آٹھ گھنٹے کا محن مقرر تھا، اور 12 سے 16 سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے 12 گھنٹے کا محن، وغیرہ وغیرہ؛ اور اس میں ایسی مستثنیات بھی تھیں جن کی رو سے آٹھ سال کے بچے کو بھی رات کو کام پر لگانے کی اجازت تھی۔ اس قانون کی نگرانی اور نفاذ ایک ایسے مُلک کے سپرد تھی جہاں ایک چوہا بھی پولیس کے زیرِ دست ہوتا ہے، اور اس قانون کو تجارتی قائدین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ صرف 1853 سے اور وہ بھی محض ایک تنہا شعبے میں _ the department of du Nord_ ایک تنخواہ دار ملازم تعینات کیا گیا۔ فرانسیسی سماج کی ترقی کی ایک خاصیت یہ واقعہ بھی ہے کہ لوئی فلپ کا یہ قانون فرانس کے اور دیگر تمام ہمہ گیر قوانین میں ایک جداگانہ حیثیت کا حامل رہا اور یہ صورتِ حال 1848 کے انقلاب تک برقرار رہی۔

101۔ ''فیکٹری کے معائنہ کار کی ایک رپورٹ'' 30 اپریل، 1860، ص.50۔

102۔ ''فیکٹری کے معائنہ کار کی ایک رپورٹ'' 31 اکتوبر، 1849، ص.6۔

103۔ ''فیکٹری کے معائنہ کار کی ایک رپورٹ'' 31 اکتوبر، 1848، ص98۔

104۔ لیونارڈ ہارنر اپنی سرکاری رپورٹ میں ''قابلِ ملامت'' سرگرمیوں کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ (''فیکٹری کے معائنہ کاروں کی رپورٹ،'' 31 اکتوبر، 1859، ص.7۔)

105۔ ''رپورٹ'' وغیرہ، 30 ستمبر، 1844، ص.15۔

106۔ قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بچوں کو اس صورت میں ایک دن میں 10 گھنٹے کام کروایا جا سکتا ہے اگر وہ روزانہ کام نہ کریں بلکہ صرف وقفے وقفے سے کر رہے ہوں۔ لیکن مجموعی طور پر اس جملے پر کسی قسم کا عمل درآمد نہ ہو سکا۔

107۔ اگر ان کے اوقاتِ کار کے گھنٹوں میں کمی کر دی جائے تو (بچوں کو) زیادہ تعداد میں نوکری دینا پڑے گی، چنانچہ یہ سوچا گیا کہ 8 اور 9 سال کی عمر کے بچوں کی اضافی رسد اُس بڑھی ہوئی طلب کو برابر کر دے گی۔ (l. c., p. 13.)

108۔ ’’فیکٹری کے معائنہ کار کی رپورٹ‘‘، 31 اکتوبر، 1848، ص.16۔

109۔ ’’میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص جو 10 شلنگ ہفتہ وار کے حساب سے اُجرت لے رہا ہے، اس سے 10% کے حساب سے 1 شلنگ کی کٹوتی کر لی جاتی ہے؛ اور باقی ماندہ 9 شلنگ سے 1 شلنگ اور 6 ڈالر کی کٹوتی وقت کی بابت کی جاتی ہے جو مل کر 2 شلنگ 6 ڈالر بن جاتے ہیں۔ معاملہ یہاں تک ہی نہیں رہ جاتا ان میں سے بہت ساروں نے یہ کہا کہ اس کے بجائے وہ 10 گھنٹے کام کر لیں گے۔‘‘ ایضاً۔

110۔ ’’گرچہ میں نے اس [پٹیشن] پر دستخط کر دئے؛ لیکن میں یہ سمجھ رہا تھا کہ میرا ہاتھ غلط جگہ پر جا رہا ہے، ’پھر تم نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا کیوں؟‘ ’کیونکہ اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دیتا تو مجھے ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا۔‘ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مزدور اپنے آپ کو مظلوم تو ظاہر کرتا ہے مگر ’’قانون برائے کارخانہ‘‘ کا مظلوم نہیں ہے۔‘‘ بحوالہ سابقہ صفحہ 102۔

111۔ ایضاً، ص 17۔ مسٹر ہارنر کے ضلعے میں 10,270 جوان مزدوروں سے پوچھ گچھ کی گئی جو 181 فیکٹریوں میں کام کر رہے ہیں۔ ان کی یہ گواہیاں اکتوبر 1848 کو ختم ہونے والے آدھے سال کی بابت فیکٹری رپورٹوں کے ضمیمے میں موجود ہیں۔ یہ مشاہدات دوسرے معاملوں میں بھی اہم مواد فراہم کرتے ہیں۔

112۔ ایضاً۔ دیکھئے وہ گواہیاں جو لیونارڈ ہارنر نے خود جمع کیں _ ان گواہیوں کے ضمائم نمبر 69، 70، 71، 72، 92، 93؛ اور دوسری جو اس کے ماتحت A نے اکٹھی کیں _ ان گواہیوں کے ضمائم نمبر :51، 52، 58، 59، 62، 70۔ ایضاً۔

113۔ 31 اکتوبر 1848 کی بابت رپورٹیں، ص. 133، 134۔

114۔ 30 اپریل، 1848 کی بابت رپورٹیں، ص.47۔

115۔ اکتوبر 1848 کی بابت رپورٹیں، ص.130۔

116۔ رپورٹیں وغیرہ، ایضاً. ص.142۔

117۔ 31 اکتوبر کی بابت رپورٹیں وغیرہ. ص.5، 6۔

118۔ سرمائے کی نوعیت اس کی افزودہ بُنتر میں بھی وہی رہتی ہے جو غیر افزودہ بُنتر میں ہو۔ وہ قوانین جنہیں غلاموں کے مالکان کے اثر کی وجہ سے امریکی خانہ جنگی سے کچھ ہی عرصہ قبل نئے میکسیکو کے علاقوں میں تھوپا گیا تھا، ان کے بارے یہ قانون کہتا ہیں کہ مزدور کی قوت محن _ جیسا کہ سرمایہ دار نے اس کی قوتِ محن کو خرید لیا ہے _ ’’اس (سرمایہ دار) کا زر بن جاتا ہے۔‘‘ اس قسم کے نظریات روم کے طبقۂ امراء میں مقبول تھے۔ وہ زر جو انہوں نے عام افراد کو قرض کی مد میں دیا ہوا تھا اس کو ذرائع بقا [خورد و نوش] کے ذریعے قرض لینے والے کے خون اور گوشت میں

بدل گیا، چنانچہ یہی ''خون اور گوشت'' ان کا ''زر'' ہوتا تھا۔ اسی سے شائیلوک "Shylock" کا the law of Ten Tables. کا قانون جو دس قصص میں شامل ہے۔ لِنگ وِٹ کا مفروضہ کہ قرض دینے والے امراء وقت کے ساتھ ساتھ مقروضوں کے خون اور گوشت کی ضیافتیں اڑاتے رہے، یہ بات اسی طرح غیر طے شدہ رہے گی جیسے عیسائی عشائے ربانی کے متعلق ڈامر کا مفروضہ غیر طے شدہ ہے۔

119۔ 30 اپریل، 1848 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 28۔

120۔ پس دوسری باتوں کے علاوہ خدائی فوج دار آشورتھ اپنے ایک قابلِ نفرین خط میں لیونارڈ ہارنر کو یہ بات بھی کہتا ہے۔ (اپریل، 1849 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 4۔)

121۔ 31 اکتوبر 1850 کی بابت رپورٹیں وغیرہ ایضاً. ص. 140۔

122۔ اپریل، 1849 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 22، 23۔ ایسی ہی مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو، ص. 4، 5۔

123۔ By 1, and II Will. IV., ch. 24, s. 10 جسے سر جان ہاب ہاؤس کے قانون برائے کارخانہ کے بطور جانا جاتا ہے، ہر روئی کاتنے والی یا بُننے والی مِل کے مالکان یا ان کے کسی باپ بیٹے یا بھائی وغیرہ کے لئے یہ بات ممنوعہ تھی کہ وہ جسٹس آف دی پیس کے طور پر کسی ایسی تحقیقات میں کام کریں جن کا تعلق قانونِ کارخانہ سے ہو۔

124۔ ایضاً

125۔ 30 اپریل، 1849 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 5۔

126۔ 31 اپریل، 1849 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 6۔

127۔ 30 اپریل، 1849 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 21۔

128۔ 31 اکتوبر 1848 کی بابت رپورٹیں وغیرہ ایضاً. ص. 95۔

129۔ دیکھئے 30 اپریل 1849 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 6۔ اور فیکٹری کے معائنہ کاروں ہاؤل اور سانڈرز کی ''ادلی بدلی'' کے بارے میں تفصیلی تشریحات ملاحظہ ہوں جو ''31 اکتوبر 1848 کی بابت رپورٹوں'' کی مد میں آئی ہے۔ وہ مقدمہ بھی ملاحظہ ہو جو ملکہ کے سامنے برین ایسٹن اور مضافات کے پادریوں نے 1849 کے موسمِ بہار میں ''شفٹ کے نظام'' کے خلاف دائر کیا تھا۔

130۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو آر. ایچ. گریگ کی کتاب

"The Factory Question and the Ten .Hours' Bill." 1837۔

131۔ فریڈرک اینگلز: کی کتاب "The English Ten Hours' Bill." (ملاحظہ ہو "Neue

"Rheinische Zeitung, Politische-oekonomische Revue مُرتبہ، کارل مارکس، اپریل نومبر، 1850، ص. 13۔) انصاف کی اسی عدالتِ عظمیٰ نے امریکی خانہ جنگی کے دوران ایک لفظی ابہام دریافت کیا جس کے نتیجے میں اس قانون کے معنی بالکل ہی بدل گئے جو بحری قزاقی کرنے والے جہازوں کے مسلح ہونے کے خلاف بنایا گیا تھا۔

132۔ 30 اپریل 1850 کی بابت رپورٹ وغیرہ۔

133۔ سردیوں میں صبح 7 بجے سے شام 7 بجے تک بدلی کی جا سکتی ہے۔

134۔ ''(1850 کا) حالیہ قانون ایک طرح کی مفاہمت تھی جس کے تحت ملازمین نے دس گھنٹے کے بل کے فوائد کو چھوڑ دیا تا کہ ان لوگوں کے لئے جن کا محن محدود تھا، کام کے آغاز اور اختتام کا ایک متعین وقت حاصل ہو۔'' (30 اپریل 1852 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص 14۔)

135۔ ستمبر 1844 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 13۔

136۔ ایضاً

137۔ ایضاً

138۔ ''31 اکتوبر، 1846 کی بات رپورٹیں وغیرہ، ص. 20۔''

139۔ 31 اکتوبر، 1861 کی بات رپورٹیں وغیرہ، ص. 26۔

140۔ ایضاً، ص 27۔ مجموعی بطور پر مزدور پیشہ افراد جن پر قانون برائے کارخانہ کا اطلاق ہوتا ہے جسمانی طور پر کافی بہتر ہو گئے ہیں۔ تمام طبی معائنے اس بات پر متفق ہیں؛ اور مختلف اوقات میں حاصل کئے جانے والے ذاتی اعداد و شمار بھی اس سلسلے میں مجھے قائل کرتے ہیں۔ اس کے باوجود، اپنی زندگی کے پہلے سال میں بچوں کی خوف ناک حد تک بڑھتی ہوئی شرحِ اموات اور ڈاکٹر گرین ہاؤ کے دفتری اعداد و شمار سے یہ پتا چلتا ہے کہ صنعت کار اضلاع میں ''معمول کی صحت رکھنے والے زراعتی اضلاع'' کی نسبت صحت کا فقدان ہے۔ مثال کے طور پر ہم [ڈاکٹر] موصوف کی 1861 کی رپورٹ دیکھتے ہیں:

عورتوں کے پیشوں کی اقسام	کارخانوں میں کام کرنے والی بالغ عورتوں کی شرح فیصد	پھیپھڑوں کے امراض کی وجہ سے 100,000عورتوں میں اموات کا تناسب	ضلع کا نام	پھیپھڑوں کے امراض کی وجہ سے 100,000مردوں میں اموات کا تناسب	کارخانوں میں کام کرنے والے بالغ مردوں کی شرح فیصد
کپاس	18. 0	644	Wigan(ویگان)	598	14.90
=	34. 9	734	بلیک برن	708	42.60
ورسٹڈ	20. 4	564	ہیلی فیکس	547	37.30
=	30. 0	603	بریڈفورڈ	611	41.90
ریشم	26. 0	804	میک لیس فیلڈ	691	31.00
=	17. 2	705	لیک	588	14.90
ظروف سازی	19. 3	665	سٹون اوپن	721	36.60
=	13. 9	727	ٹرینٹ	726	30.40
		340	وول سٹینٹن آٹھ صحت مندزرعی اضلاع	305	

141۔ یہ بات سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگلستانی ''آزاد تجارت نے کتنی مشکل سے ریشم کی مصنوعات پر پیداواری ڈیوٹی ختم کرنے میں رضامندی ظاہر کی تھی۔فرانسیسی درآمدات کے خلاف تحفظ کے بجائے اب انگلستان کے کارخانوں میں بچوں کے تحفظ کا فقدان اس کمی کو پورا کر رہا ہے۔

142۔ 1859اور 1860 کے دوران جو انگلستانی صنعت کے عروج کے سال ہیں، کچھ کارخانہ داروں نے اوور ٹائم کے لئے زیادہ اُجرتوں کا جھانسہ دے کر کوشش کی کہ بالغ مزدور دیہاڑی میں اضافے پر رضامندی کا اظہار کر دیں۔ہتھ کھڈی پر کتائی کرنے والوں اور خودکار کھڈیاں چلانے والوں نے اپنے مالکان کو ایک درخواست دے کر اس تجربے کو ختم کر دیا جس میں انہوں نے کہا: ''سچ تو یہ ہے کہ ہماری زندگی ہمارے لئے بوجھ بن چکی ہے،اور جب ہم ملک کے دوسرے مزدوروں کی نسبت ملوں میں قریب قریب دو دن زیادہ کام کرتے ہیں، تو ہمیں یوں محسوس

ہوتا ہے جیسے ہم زرعی غلام ہیں اور ہم ایسے نظام کا حصہ بن رہے ہیں جو خود ہمارے لئے اور آنے والی نسلوں کے لئے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتا ہے...۔اس کا مقصد صرف آپ کو مؤدبانہ اطلاع دینا ہے کہ جب ہم کرسمس اور سالِ نو کی تعطیلات کے بعد دوبارہ کام شروع کریں گے تو ہم 60 گھنٹے فی ہفتہ کام کریں گے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں؛ یا چھ بجے سے چھ بجے تک جس میں ڈیڑھ گھنٹے کا وقفہ بھی ہو۔"(30 اپریل 1860 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 30۔)

143۔ اس قانون کے الفاظ میں اس کی خلاف ورزی کرنے کی جو گنجائش موجود ہے اسے جاننے کے لئے ملاحظہ ہو پارلیمنٹ کے لئے رپورٹ "Factory Regulating Act." (6 اگست 1859) اور اس میں لیونارڈ ہارنر کے "وہ مشورے جو قوانینِ کارخانہ کے بارے میں تھے تاکہ فیکٹری کے معائنہ کار غیر قانونی محنت کا سدِ باب کر سکیں جو آج ہمیں سرِ عام نظر آتی ہے۔"

144۔ "8 سال اور اس سے زیادہ عمر کے بچوں کو اصل میں صبح 6 بجے سے رات 9 بجے تک کام پر لگائے رکھنے کا وطیرہ نصف سال سے میرے ضلع میں موجود ہے۔"(31 اکتوبر 1857 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 39۔)

145۔ "Printworks' Act" کو اس کے تعلیمی اور تحفظاتی ہر دو اعتبار سے ناکام تصور کیا جاتا ہے۔" (31 اکتوبر 1862 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 52۔)

146۔ پس اس کی مثال ای پوٹر کا وہ [کھلا] خط ہے جو 24 مارچ 1863 کے روزنامہ "ٹائمز" میں چھپا۔ دی "ٹائمز" نے اس کو کارخانہ داروں کی وہ بغاوت یاد دلائی جو دس گھنٹے کے بل کے خلاف تھی۔

147۔ پس ٹوکے 'Tooke' کی کتاب "Histry of Price" کے ایڈیٹر اور تعاون کنندہ مسٹر ڈبلیو نیو مارچ نے بھی اسی قسم کی بات کی ہے۔ مگر کیا آرائے عامہ کو بزدلوں کی طرح رعایتیں دینا سائنسی ترقی ہے؟

148۔ 1860 میں جو قانون منظور ہوا اس میں یہ طے کر دیا گیا تھا کہ رنگائی اور دھلائی کے کاموں میں یکم اگست 1861 کو دیہاڑی کا تعین کر دیا جائے گا جو ابتدائی طور پر 12 گھنٹے ہوگی اور آخر کار یکم اگست 1862 میں 10 گھنٹے۔ مطلب یہ کہ عام دن میں $10\frac{1}{2}$ گھنٹے اور ہفتہ کو $7\frac{1}{2}$ گھنٹے۔ اب جبکہ 1862 کا مہلک سال آن پہنچا تو پرانے پاکھنڈ کو دوہرایا گیا۔ اس کے علاوہ کارخانہ داروں نے پارلیمنٹ کو یہ درخواست دائر کی کہ بچوں اور عورتوں کے 12 گھنٹے کے محن کی ایک سال مزید اجازت دے دی جائے۔ "تجارت کی موجودہ صورتِ حال میں (روئی کی شدید قلت کا زمانہ) یہ بات مزدوروں کے حق میں جاتی تھی کہ وہ روزانہ 12 گھنٹے کام کریں اور جب ممکن ہو اُجرت بنالیں۔" اس مقصد کے لئے ایک بل بھی پیش کیا گیا۔" اور سکاٹ لینڈ میں دھلائی کرنے والوں کے اقدام کی وجہ سے ممکن ہوا کہ اس بل پر عمل درآمد روک دیا گیا۔"(31 اکتوبر 1862 کی بابت رپورٹیں وغیرہ،

ص. 14،15۔) پس اُنہی کارندوں سے شکست کھا کر جن کے بہانے سے یہ پٹیشن دائر کی گئی تھی، سرمائے کو وکیلوں کے ذریعے اس بات کا پتا چلا کہ 1860 کا قانون بھی پارلیمنٹ کے دوسرے تمام قوانین کی طرح ''مزدوروں کے تحفظ'' کے لئے نافذ کیا جارہا ہے، اس میں استعمال کئے جانے والے مبہم جملے ان کے لئے اس امر کی گنجائش پیدا کر دیتے ہیں کہ یہ اپنے تانا سازوں، اور تیار کپڑے کے آخری مراحل میں کام کرنے والوں کو اس قانون سے مستثنیٰ کر لیں۔ انگریز فلسفہ قانون نے _ جو ہمیشہ ہی سرمایہ دار کی فرمان بردار خادم رہا ہے _ عام اعتراضات سننے والی عدالت کے ذریعے اس قانونی حیلہ بازی کی اجازت دے دی۔ ''مزدور بہت بددل ہو گئے .... انہوں نے کثرتِ کار کی شکایت کی، اور یہ سخت قابلِ افسوس بات ہے کہ قانون سازی کے واضح ارادے قانون کی شکستہ تعریف کی وجہ سے ناکام ہو جائیں۔'' (ایضاً ص. 18۔)

149۔ ''کھلی فضا میں دھلائی کرنے والے'' کارخانہ دار اس جھوٹ کی بنا پر 1860 کے قانون سے بچ گئے کہ کسی عورت کو بھی رات کے وقت کام پر نہیں لگایا گیا۔ اس کھوٹ کی نقاب کشائی فیکٹری کے معائنہ کاروں نے کی؛ اور ساتھ ہی مزدوروں کی جانب سے دائر کی جانے والی درخواست کے نتیجے میں پارلیمنٹ نے ٹھنڈے سبزہ زار کی خوشبو کے خیال کو خیرباد کہہ دیا، جس میں کھلی فضا میں دھلائی کا کام ہونے کی رپورٹ کی جاتی تھی۔ اس علاقے میں ہوا کے ذریعے دھلائی اور سکھائی والے کمروں میں درجہ حرارت 90 سے 100 ڈگری فارن ہیٹ تک رکھا جاتا ہے، اور ان کمروں میں کام کا زیادہ حصہ لڑکیاں ہی مکمل کرتی ہیں۔ ''ٹھنڈی ہوا'' کا لفظ اس بہانے کے بطور ان کے کام آتا ہے جسے استعمال کر کے وہ سکھانے والے کمروں سے باہر کھلی ہوا میں آتی ہیں۔ ''15 لڑکیاں آتشدان پر کام کرتی ہیں۔ عام سوت کے کپڑے کے لئے 80 سے 90 ڈگری فارن ہیٹ تک، اور، موٹے سوت کے لئے 100 ڈگری فارن ہیٹ تک کا درجہ حرارت درکار ہوتا ہے۔ 12 لڑکیاں کپڑوں پر استری کر کے انہیں تیار کر رہی ہوتی ہیں، یہ دس مکعب فٹ کا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس کے درمیان میں آتشدان جل رہا ہے۔ یہ تمام لڑکیاں اس آتشدان کے گرد کھڑی ہوتی ہیں جس سے بڑی تیز حرارت خارج ہوتی ہے اور اس سے موٹا کپڑا بہت جلد استری کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ان مزدوروں کے لئے محنت کے اوقات انتہائی لامحدود ہیں۔ اگر کام زیادہ ہو تو وہ لگاتار رات 9 یا 12 بجے تک کام کرتی رہیں۔'' (31 اکتوبر 1862 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 56۔) طب سے متعلق ایک آدمی کہتا ہے: ''ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کوئی خاص اوقات میسر نہیں، لیکن اگر درجۂ حرارت بہت زیادہ بڑھ جائے؛ یا یہ کہ مزدوروں کے ہاتھ پسینے کی وجہ سے چکنے ہو جائیں تو ان کو چند لمحوں کے لئے باہر جانے کی اجازت ہے.... میرا تجربہ _ جو کہ آتش دان پر کام کرنے والوں کی بیماریوں کے علاج کے سلسلے میں قابلِ اعتماد ہے _ مجھے اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ میں یہ ظاہر کروں کہ ان کے لئے حالات اُتنے اچھے نہیں ہیں جتنے کاتنے والی

فیکٹری میں کام کرنے والے مزدوروں کے ہوتے ہیں (اور سرمایہ ہے کہ پارلیمنٹ کے نام اپنی یادداشتوں میں Rubens کے انداز میں ان حالات کی بہت شاندار تصویر کھینچتا ہے۔) ان مزدوروں میں جو بیماریاں عام طور پر پائی جاتی ہیں ان میں سِل، نرخرے کا مرض، پیشاب میں گڑ بڑ، انتہائی شدید قسم کا ہسٹریا، گنٹھیا شامل ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تمام بیماریاں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ان کمروں کی نخالص اور انتہائی گرم ہوا کی وجہ سے ہوتی ہیں جن میں یہ مزدور کام کرتے ہیں؛ اس کے علاوہ یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے جب یہ گھر واپس جاتے ہیں تو ان کے پاس ایسے معقول لباس نہیں ہوتے جو ان کے جسم کی ایسے سرد موسم میں حفاظت کرسکیں۔'' (ایضاً، ص. 56، 57۔) 1860 کے ضمنی قانون پر معائنہ کاروں نے جو تبصرہ کیا ہے وہ انہی کھلی فضا میں دھلائی کرنے والوں سے لیا گیا ہے۔'' قانون نہ صرف وہ تحفظ دینے میں ناکام رہا ہے جس کا یہ دعویدار تھا بلکہ اس میں ایک جملہ ایسا بھی ہے..... جس کا بظاہر مطلب یہ بنتا ہے کہ اگر لوگ رات 8 بجے کے بعد کام کرتے ہوئے نہیں پائے جاتے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ کسی قسم کے تحفظ کے قانوں کے تحت نہیں آتے۔ اگر وہ کام کرتے ہوئے مل جاتے ہیں تو اس بارے میں گواہی پیش کرنے کا طریق کار اتنا مشکل ہے کہ اس کی سزا دلانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔'' (ایضاً، ص. 52) ''چنانچہ تمام ارادوں اور عملی اقدامات کے لحاظ سے ایک ایسا قانون جو سودمند اور تعلیمی ہو، یہ ایک ناکام قانون ہی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اسے مزدوروں کے لیے بمشکل ہی سودمند کہا جائے گا کہ عورتوں اور بچوں کو مسلسل 14 گھنٹے کام کرنا پڑے جس کے دوران کھانے پینے کے لئے کوئی وقفہ بھی نہ ہو، اور غالباً اس سے بھی کئی گھنٹے زیادہ اور وہ بھی عمر اور جنس کا تعین کئے بغیر؛ اور جس میں قریبی علاقوں میں رہنے والے خاندانوں کی عادات کو بھی مدِ نظر نہ رکھا جائے، اور ساتھ ساتھ جن میں (دھلائی اور سکھائی ایسے) کام بھی جاری وساری ہوں۔'' (30 اپریل 1863 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 40۔)

150۔ دوسری اشاعت کے لئے نوٹ۔ 1866 کو جب سے میں نے درج بالا اقتباس تحریر کیا ہے تب سے اس کے نتیجے میں ایک ردِعمل ظاہر ہونا شروع ہوگیا ہے۔

151۔ ''ان دونوں طبقات (سرمایہ دار اور مزدور پیشہ) میں سے ہر ایک کا رویہ ان متعلقہ حالات کا نتیجہ ہے جن میں یہ دونوں رہ رہے ہیں۔'' (31 اکتوبر 1848 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 133۔)

152۔ ''جن ملازمتوں پر بندش لگائی گئی تھی وہ لباس سازی کی ایسی صنعت ہے جو بھاپ اور پانی کی قوت کی مدد سے چلتی ہے۔ دو وجوہات ایسی ہیں جن کے تحت کسی ملازمت کا معائنہ کیا جاسکتا ہے: ایک یہ کہ بھاپ اور پانی کی قوت کا استعمال کیا جائے اور دوسرے خاص قسم کے ملبوسات تیار کئے جائیں۔'' (31 اگست 1864 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 8۔)

153۔ نام نہاد گھریلو صنعتوں کی صورتِ حال پر چلڈرنز ایمپلائمنٹ کمیشن کی تازہ ترین رپورٹوں میں اہم مواد بڑی تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

154۔ ''[پارلیمنٹ کے] آخری دور کے قوانین (1864) متنوع پیشوں کا احاطہ کرتے ہیں جن کی روایات کے تحت ان میں نمایاں فرق ظاہر ہوتا ہے، اور مشینری کو حرکت میں لانے کے لئے میکانیکی قوت کا استعمال اب ایسا اہم عنصر نہیں رہے جو ماقبل ایک فیکٹری چلانے میں بہت ضروری ہوتے تھے۔'' (31 اگست 1864 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 8۔)

155۔ بلجیم جسے برِ اعظم یورپ کی آزاد خیالی کی جنت کہا جاتا ہے، اس تحریک کی کوئی علامت ظاہر نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ کوئلے اور دھات کی کانوں میں ہر عمر و جنس کے مرد و زن بمکمل ''آزادی'' کے ساتھ کسی بھی وقت اور کسی بھی دورانیے کے لئے خرچ کئے جاتے ہیں۔ ملازمت میں آنے والے ہر 1,000 افراد میں سے 733 مرد، 88 عورتیں، 135 لڑکے، اور 16 سال سے کم عمر کی 44 لڑکیاں ہوتی ہیں۔ پریشر سے چلنے والی بھٹیوں وغیرہ میں ہر 1,000 افراد میں سے 668 مرد، 149 عورتیں، 98 لڑکے، اور 16 سال سے کم عمر کی 85 لڑکیاں ہوتی ہیں۔ اور اس پر مستہزاد یہ ہے کہ ہر بالغ اور نابالغ قوتِ محن کا کم اُجرت پر حد سے زیادہ استحصال کیا جاتا ہے۔ ایک مرد کا اوسط روزینہ 2 شلنگ. 8 ڈالر، ایک عورت کا 1 شلنگ. 8 ڈالر، ایک لڑکے کے لئے $2\frac{1}{2}$ ڈالر بنتا ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ 1850 کی نسبت 1863 میں اس کے کوئلے اور لوہے ہر دو کی برآمدی قدر بھی قریب قریب دگنی ہوگئی تھی۔

156۔ رابرٹ اوون نے 1810 کے فوراً بعد نہ صرف نظریاتی طور پر دیہاڑی کی حد بندی کی ضرورت پر زور دیا، اس نے نیو لینارک میں اپنے کارخانے میں 10 گھنٹے کی دیہاڑی کا اصول وضع کرتے ہوئے اس کا عملی ثبوت بھی دیا۔ اس اقدام کو کمیونسٹک یوٹوپیا کہہ کر تمسخر بھی اڑایا گیا۔ اسی طرح ''افزودہ محن کے ساتھ بچوں کی تعلیم کو لازم و ملزوم کر دینا'' اور مزدوروں کی تعاونِ باہمی کی تنظیموں کی تشکیل بھی اُسی کا پہلا کارنامہ ہیں۔ آج کل قوانین برائے کارخانہ کو پہلا یوٹوپیا کہا جاتا ہے، اور دوسرا یوٹوپیا فیکٹری کے قوانین میں سرکاری الفاظ کے بطور نظر آتا ہے، اور تیسرے کو رجعت پسندانہ دھوکے بازی کے لئے ابھی سے استعمال کیا جانے لگا ہے۔

157۔ Ure(French Translation), *Philosophie des Manufacture*,Paris, 1836, Vol. II, P. 39, 40, 67, 77 &c.

158۔ پیرس میں 1855 میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی شماریات کے ایک اجلاس میں ایک علامیے کے تحت کہا گیا کہ: ''وہ فرانسیسی قانون جس کے تحت فیکٹریوں اور کارخانوں میں دیہاڑی کی طوالت کو 12 گھنٹے تک محدود

کر دیا گیا ہے؛اس کے تحت اس محنت کو متعینہ گھنٹوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔صرف بچوں کے محن کے لئے وقت کا دورانیہ صبح 5 بجے سے رات 9 بجے تک مختص کیا گیا ہے۔ چنانچہ کچھ مالکان اُس حق کو استعمال کرتے ہوئے جو اُنہیں اس مُہلک خاموشی کی وجہ سے مل جاتا ہے اپنے کام کو دن نکلے سے لے کر دن ڈھلے تک بغیر کوئی وقفہ کئے جاری وساری رکھتے ہیں،اور اس میں اتوار کی چھٹی کا امکان ہوتا ہے۔اس مقصد کے لئے وہ مزدوروں کے دو دو جتھوں کو استعمال کرتے ہیں جن میں سے کوئی جتھہ بھی اپنے اڈے پر ایک وقت میں 12 گھنٹے سے زیادہ نہیں رہتا؛ لیکن کام تو دن رات چلتا رہتا ہے۔قانون کے تقاضے تو پورے ہو گئے،لیکن انسانیت؟''''رات کے محن کے انسانی صحت پر پڑنے والے مضر اثرات'' سے درکنار اس بات پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ''ایک ہی ورک شاپ میں مرد وزن ہر دو جنسوں کا اکٹھے کام کرنا بھی تو مضر اثرات مرتب کر سکتا ہے جبکہ روشنی کا انتظام بھی ناکافی ہو۔''

159۔''مثال کے طور پر میرے ضلع میں صرف ایک ہی [کارخانے کا] مالک ہے، جو دھلائی اور رنگائی کے قانون کی رو سے ایک ہی چار دیواری کے اندر دھلائی والا بھی ہے اور رنگ ساز بھی؛ چھپائی کی بابت قانون کے تحت وہ چھپائی والا بھی ہے اور فیکٹری کے قانون کے تحت تیار کپڑا دینے والا بھی۔''(31اکتوبر 1861 کی بابت رپورٹوں وغیرہ میں مسٹر بیکر کی ایک رپورٹ،ص.20۔)ان قوانین کی مختلف شقوں اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کا مطالعہ کرنے کے بعد مسٹر بیکر کہتا ہے:''پس معلوم یہ ہوگا کہ پارلیمنٹ کے ان تینوں قوانین کے اطلاق کو موثر بنانا خاصا مشکل ہوگا،جبکہ مالک قانون سے چشم پوشی کرے۔'' لیکن وکلا کو اس سے صرف مقدمے ملنے کا یقینی ہونا ہے۔

160۔''پھر آخر کار فیکٹری کے معائنہ کار یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں:''ان اعتراضات کو (جو سرمایہ دیہاڑی کی قانونی حد بندیوں پر اٹھاتا ہے) استحقاقِ محن کے اصول کے سامنے سرنگوں ہو جانا چاہئے....پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب مالک اُس استحقاق سے محروم ہو جاتا ہے جو اسے مزدور کے محن پر حاصل ہوتا ہے،اور اس [مزدور] کا وقت اس کا اپنا ہو جاتا ہے چاہے وہ تھکا ہو یا نہ۔(31اکتوبر1862 کی بابت رپورٹیں وغیرہ،ص54۔)

161۔''ہم Dunkrik کے مزدور اعلان کرتے ہیں کہ موجودہ نظام کے تحت دیہاڑی کے طوالت بہت زیادہ ہے؛اور یہ کہ آرام اور تعلیم کے لئے وقت دینا تو دور کی بات ہے؛یہ نظام تو اس کے ساتھ ایسی زیادتی کرتا ہے کہ اسے غلامی سے محض غنیمت ہی جانا جا سکتا ہے۔چنانچہ ہمارا فیصلہ یہی ہے کہ 8 گھنٹے دیہاڑی کے لئے کافی ہوں گے،اور اسے قانونی طور پر بھی کافی تسلیم کر لینا چاہیے؛ پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ پریس ایسے طاقت ور لیور کا سہارہ لیں....اور ہم ان تمام کو اپنا دشمن کیوں تصور کریں جو محن اور مزدوروں کے حقوق کی اصلاح کے بارے میں ہماری مدد کرنے سے انکار کر دیں۔''

(Resolution of the Working Men of Dunkirk, New Yark State, 1866.)

162۔ اکتوبر 1848 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 112۔

163۔ ''مزید یہ کہ ان سرگرمیوں نے (مثال کے طور پر 50-1848 کے دوران سرمائے کی چال بازیاں)، اس مفروضے کے غلط ہونے کا غیر متنازعہ ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ مزدوروں کو کسی تحفظ کی ضرورت نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ انہیں صرف اس خاصے کی فروخت کے بارے میں بالکل آزاد سمجھنا چاہیے جو ان کے پاس موجود ہے، یعنی ہاتھ کی محنت اور ماتھے کا پسینہ۔'' (30 اپریل 1950 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 45۔) ''آزاد مزدور (اگر لفظ 'آزاد' استعمال بھی کیا جائے)؛ چاہے وہ ایک آزاد ملک کا رہائشی ہی ہو اُس کو بھی اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے قانون کے مضبوط ہاتھ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔'' (31 اکتوبر 1864 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 34۔) ''اس کی اجازت دینے کا مطلب یہ ہو گا کہ ...... کھانے کا وقفہ دیے بغیر ہی 14 گھنٹے کام کرنے پر مجبور کیا جائے۔'' (30 اپریل 1963 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 40۔)

164۔ فریڈرک اینگلز، ایضاً، ص. 5۔

165۔ ''دس گھنٹے کی بابت قانون نے اپنے تحت آنے والی صنعتی شاخوں میں ''سابقہ دور میں زیادہ گھنٹے کام کرنے والے مزدوروں میں قبل از وقت ضعف کا خاتمہ کر دیا ہے۔'' (31 اکتوبر 1859 کی بابت رپورٹیں وغیرہ، ص. 47۔) سرمائے کو (فیکٹریوں کے اندر) ایک متعینہ مدت کے بعد، مزدور کی صحت یا اخلاقیات کو کسی قسم کا گزند پہنچے بغیر مشینری کو مسلسل طور پر چلائے جانے کے لئے استعمال میں نہیں رکھا جا سکتا؛ جبکہ وہ اس صورت میں اپنا دفاع بھی نہ کر سکتے ہوں۔'' (ایضاً، ص. 8)

166۔ ''اس سے بھی بڑی عنایت یہ ہے کہ آخر کار مزدور کے محن اور اس کے مالک کے محن کے درمیان تخصیص ممکن ہوئی۔ اب مزدور کم از کم یہ جانتا ہے کہ جس وقت کو وہ فروخت کرتا ہے اُس کا اختتام کب ہوتا ہے؛ اور پھر اس کے اپنے وقت کا آغاز کب ہوتا ہے۔ ان معاملات کا حتمی علم موجود ہونے کی وجہ سے وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے وقت کو خود اپنے ہی فائدے کے لئے استعمال کر سکے۔'' (ایضاً ص. 52۔) ''(کارخانوں کی بابت قوانین نے) ان کو اپنے وقت کے مختار بناتے ہوئے ان کو اخلاقی قوت مہیا کی ہے جو ان کو آخر کار سیاسی قوت کے حصول تک لے جائے گی۔'' (ایضاً ص. 47۔) دبے دبے مزاح اور بہت نپے تُلے الفاظ میں فیکٹری کے معائنہ کاروں نے اشارہ کیا کہ حقیقی قانون سرمایہ دار کو بھی اس بربریت سے نجات دلاتا ہے جو ایک ایسے شخص کا خاصہ ہوتی ہے جو محض سرمائے کی تجسیم ہو، اور یہ کہ اس نے اُسے تھوڑے سے ''کلچر'' کے لئے وقت بھی مہیا کیا ہے۔'' ''اس سے قبل مالک کے پاس روپے کے علاوہ کسی چیز کے لئے بھی وقت نہ تھا؛ اور نوکر کے پاس محنت کرنے کے علاوہ کوئی وقت

نہ تھا۔‘‘(ایضاً،ص.48۔)

اس کتاب کو مارکسسٹس انٹرنیٹ آرکائیو marxists.org کے لیے ابن حسن نے ترتیب دیا۔
کمپوزنگ:**امتیاز حسین**،ابن حسن

اپنی رائے اور تجاویز کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

hasan@marxists.org